188709

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۳۵۲ Accession No. ۳۶۳

Author [illegible]

Title [illegible]

This book should be returned on or before the date last marked below.

[illegible] عثمانیہ

سلسلۂ تالیفات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

نمبر (۲۵)

1969.

حیاتِ صالح

یعنی

سوانح عمری نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہما

مؤلفہ

محمد سعید احمد مارہروی

مؤلف حیات خسرو و آثار اکبری وغیرہ

۱۹۰۹ء

مطبوعہ نولکشور سٹیم پریس لاہور

قیمت ۱۲ر فی جلد

تعداد (۱۰۰۰) جلد

وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی نو طبع و جدید کتب

الاسلام

جب بچہ اردو لکھنے پڑھنے پر قادر ہو جائے۔ تو سب سے پہلے جو کتاب اسکو پڑھانی چاہئے وہ الاسلام ہے۔ یہ اسلام کے عقائد ضروریہ میں ایک نہایت ضروری اور بہترین کتاب ہے ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے مذہب کے عقائد سے واقف ہونا اور انکو خدا اور رسول خدا صلعم کے ارشاد کے مطابق درست رکھنا چاہئے اگر عقائد درست نہیں تو اعمال برباد ہیں یہ کتاب خاص اسی غرض سے تالیف ہوئی ہے اور علمائے کرام نے اس کو بہت پسند فرمایا ہے بچوں کی سمجھ کے مطابق جیسا عمدہ بیان اس کتاب میں ہے یقیناً کسی کتاب میں نہیں۔ بعض اسلامی ریاستوں اور انجمنوں میں اس کی خوبیوں نے اسکو داخل نصاب مذہبی کرا دیا ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں کو صحیح الاعتقاد مسلمان بنانا چاہتے ہیں تو یہ کتاب ان کو ضرور پڑھوائیے مصنفہ مولوی فتح محمد خانصاحب جالندھری - ۸/

اسلام کی دنیوی برکتیں

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب بہادر مرحوم کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ جو اعتراضات غیر مذہب کی طرف سے اسلام پر کئے جاتے ہیں اُن کا واقعات اور حکیمانہ استدلال سے نہایت متین اور مہذب جواب ہے مولوی چراغ علی دل و دماغ کے لحاظ سے ان شخصوں میں سے تھے جنہیں قدرت روز پیدا نہیں کرتی جو اسلوب بیان اس رسالہ میں اختیار کیا گیا ہے وہ لٹریچر میں السابقون الاولون کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت ۸/

آثار خیر

یہ کتاب باعتبار مضمون بالکل نئی طرز کی کتاب ہے جس کی تدوین کا فخر منشی سعید احمد صاحب مارہروی کو حاصل ہے۔ اکثر ناواقف کہا کرتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے کوئی کام اس ملک

فہرست مضامین حیات صالح

نمبر شمار	مضمون
۱	دیباچہ
۲	فہرست کتب جن سے یہ سوانحعمری ماخوذ ہے
۳	سعداللہ خاں کا حسب ونسب وطن۔ تعلیم وتربیت
۴	" دربار شاہجہانی میں داخل ہوکر ترقی کرنا۔
۵	" ملکی خدمات عدل وانصاف
۶	" عہد شاہجہانی کی آمدنی اور خرچ
۷	" محمد امین متصدی سورت اور رعایا پروری کا دلچسپ واقعہ
۸	رعایا کی خوشحالی
۹	سعداللہ خاں کی وزارت کا جدید قاعدہ
۱۰	" " کا انصاف
۱۱	معافی بقایا مالگذاری
۱۲	امداد قحط پنجاب وانفصال مقدمات کشمیر
۱۳	سعداللہ خاں کی خوش انتظامی اپنی جاگیر میں
۱۴	دہلی کی جامع مسجد۔

۳۶۳۲
۹۲۳ ز ۲
سعد اللہ خاں - س

فوجی خدمات	۱۵
وفات	۱۶
مذہب و بے تعصبی	۱۷
عادات و اخلاق	۱۸
مسجد چنیوٹ	۱۹
سعد آباد	۲۰
چوک و بازار و حویلیاں	۲۱
اولاد و شجرہ	۲۲
سعد اللہ خاں کی وفات سے شاہ جہاں کی سلطنت پر کیا اثر پڑا	۲۳
علمیت - حکیمانہ اقوال - طبع موزوں	۲۴
تصنیفات	۲۵
مقولات	۲۶
موزونی طبیعت	۲۷
انشا پردازی	۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید
المرسلین وعلیٰ آلہ الطاھرین الطیبین وازواجہ المطہرات
امہات المومنین وخلفائہ الراشدین المھدیین الھادیین
وسائر الصحابۃ ائمۃ الدین اجمعین

زلافِ حمد ونعت اولیٰ ہست برخاک ادب خفتن
سجودے مے تواں کردن درودے مے تواں گفتن

نواب صدیق حسن خاں مرحوم

معزز ناظرین!
مشاہیر اسلام کے کسب علوم اور علمی قدر دانی اور کمال پروری اور

سخاوت و شجاعت و دیانت و امانت اور عدل و انصاف غرضکہ جملہ اوصافِ حمیدہ و خصائل پسندیدہ کے حیرت انگیز واقعات سے ہماری عربی و فارسی کے تذکروں اور تاریخوں کے اوراق بہ کمالِ آب و تاب مزین و مرصع ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ملکِ ہند کے پانچ چھ کروڑ مسلمانوں میں سے ایک بھی اِن بیش بہا اور اعجوبۂ روزگار جواہرات سے مستفیض نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے بڑے بڑے مشاہیرِ اسلام جن پر کسی زمانے میں مشرقی دنیا کو ناز تھا آج کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں اور اُن اصحابِ کمال کا جو کسی طرح مغربی اہلِ کمال سے کم نہ تھے آج کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ کسی استاد نے خوب کہا ہے۔

جن کے نقشِ پا کو رکھتی تھی زمیں سر پر بہ فخر
تربتوں میں خاک آلودہ ہیں وہ عالی گہر
نام اُن کا کوئی اب بھولے سے بھی لیتا نہیں
جن کے دروازوں پہ ڈنکا بجتا تھا شام و سحر
تھا مگس کا بیٹھنا بھی تن پہ جن کو ناگوار
فرق پر جن کے ہلایا کرتے تھے خادم چنور
خاک میں مر کر ملے افسوس وہ عالی دماغ
اب نشانِ قبر بھی اُن کے نہیں آتے نظر

جناب سر سید احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیشک آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ”وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جس کی گذشتہ

زمانے کی تاریخ قابل یاد رکھنے کے ہو اور اُس کو یاد نہ ہو ا ور وہ قوم نہایت خوش نصیب ہے جس کی گذشتہ زمانے کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہو اور اُس نے اُسے یاد بھی رکھا ہو۔"

کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہماری قومی اور ملکی زبان اُردو میں انگلستان کے ناول نویس مسٹر رینولڈس کی سوانح عمری تو ہو مگر بڑے بڑے اہلِ کمال اور صاحبِ تصانیف مشاہیر اسلام کے حالات محض تاریکی میں پڑے ہوں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

تصنیف وتالیف اور خصوصاً سوانح عمری لکھنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے کہ ہر شخص اِس دشوار گذار راستہ کو طے کر جائے یہ عالیشان کام اُنہیں بزرگوں کا ہے جن کو خدا نے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ عقل دی ہے۔ اور وہ تاریخی معلومات سے مستغنی ہیں۔ اِدھر میری استعداد علمی اور واقفیت تاریخی مبتدیانہ بھی نہیں۔ بلکہ اِس کوچے سے ناآشنائے محض ہوں۔ نہ مجھے نہ مصنف ہونے کا دعوےٰ نہ مؤلف بننے کا خیال ہے۔ صرف اس خیال نے مجھ کو اِس قومی خدمت پر کمربستہ اور متوجہ کیا ہے کہ جب ہماری قوم کے اہلِ علم اور صاحبِ کمال لوگ قومی ہیروز کی سوانح عمریوں کو اِس بے ترتیبی کی حالت میں ملاحظہ فرمائیں گے تو شاید اُن کے عالی دماغ اپنے ہاں کے مشاہیر کی نہایت دل آویز تصویر کو اِس بدنمائی سے دیکھنا پسند نہ کریں گے جیسی کہ میری یہ ناچیز تحریر ہے۔ اور تو د اِس طرف

متوجہ ہوکر اِس قومی خدمت کے ادا کرنے پر کمر ہمت چست باندھ لینگے۔

ہماری قومی زبانِ اُردو نے جس مبارک عہد میں جنم لیا ہے میں نے سب سے پہلے اُسی عہد کے بڑے صاحب کمال اور ہندوستان کے ہر دل عزیز بادشاہ شاہ جہاں کے مشہور و معروف اور نیک نام وزیر صاحب السیف و القلم علّامی فہّامی جملۃ الملک **سعد اللہ خاں** کو منتخب کیا۔ اور اِس فاضل اور مدبّر ملک کے حالات زندگی کو قلمبند کر کے **حیات صالح** کے نام سے موسوم کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ حیات صالح کے مطالع سے قوم میں عمدہ تحریک پیدا ہوگی اور تا یوم قیام اِس خوش تدبیر اور نیک نام وزیر کی یادگاری نہایت عزّت و ادب سے صفحہ روزگار پر قائم رہے گی۔

میں نہایت صدق دل سے اِس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہر چند اپنی بساط کے مطابق اکثر فارسی و اُردو کے خوش نما باغوں کی سیر کر کے اور اُن سے خوب صورت پھول پتیوں کو چُن کر اِس گلدستہ کو مرتب کیا گیا ہے مگر اِس میں شک نہیں کہ یہ کام جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا میری بے بضاعتی اور کم علمی کی وجہ سے نہ ہوسکا اور نہ مجھے اس پر بالکل بھروسا اور اطمینان نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے صاحب کمال کی سوانح عمری لکھنا مجھ سے ہیچمدان کا کام نہ تھا۔

اے میرے مولیٰ اے میرے کارساز میں نہایت خلوصِ دل سے تیری بارگاہِ عالی میں دست بدعا ہوں کہ مجھ بدترین گنہ گار پریشان روزگار کا انجام بخیر کر۔ اور اِن پراگندہ اوراق کو قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ اور اِس ناچیز

کتاب کے پڑھنے والوں کے دلوں میں اِس نیک نام وزیر کے اوصافِ حمیدہ سے عمدہ تحریک پیدا کر- اور اُن کو علم و ہنر و عقل و نیک بختی اور ظاہر و باطن کی خوبیوں سے مالامال کر- آمین ثم آمین-

ناظرین کی خدمت میں بعد عجز التجا ہے کہ اگر اس ناچیز کتاب میں کوئی خوبی دیکھیں تو اُسے محض تائید الہیٰ سے سمجھ کے شکر خداوند قدیر بجالائیں اور مجھ گنہ گار کو بھی دعائے خیر سے یاد فرمائیں- اور اگر کوئی سہو اور خطا ملاحظہ فرمائیں تو دامنِ عطا سے چھپائیں-

آئینہ خود باش صفائے بہ ازیں نیست

عیبِ دگراں پوش قبائے بہ ازیں نیست

اور اگر کسی صاحب کے مذاق کے موافق نہ ہو تو معاف فرمائیں- وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

راقم بندۂ گنہگار محمد سعید احمدؐ

ابن مولوی سلطان احمدؐ

ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ

ممالک متحدہ آگرہ اودھ

۱۰- محرم ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۷- اپریل ۱۹۰۳ء

خاص خاص کتابوں کی فہرست جن سے یہ سوانح عمری ماخوذ ہے

نام کتاب	نام مصنف	زبان
(۱) مآثر الامرا	میر عبدالرزاق صمصام الدولہ شاہ نواز خان خوافی اورنگ آبادی . .	فارسی
(۲) بادشاہ نامہ	مُلّا عبدالحمید لاہوری	فارسی
(۳) عمل صالح	محمد صالح کنبوہ	فارسی
(۴) منتخب اللباب	محمد ہاشم خاں الملقب بہ خافی خاں	فارسی
(۵) سیر المتاخرین	میر غلام حسین	فارسی
(۶) مفتاح التاریخ	ٹامس ولیم بیل	فارسی
(۷) عالمگیر نامہ	محمد کاظم	فارسی
(۸) رقعات عالمگیری	شاہنشاہ عالمگیر	فارسی
(۹) ظفر نامۂ شاہجہانی	خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ	اُردو
(۱۰) ترجمہ تاریخ ہند	الفنسٹن گورنر بمبئی ۔	اُردو

نام کتاب	نام مصنف	زبان
(۱۱) دربار اکبری	شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد	اُردو
(۱۲) مشاہیر اسلام	حکیم فیض احمد مارہروی ..	اُردو
(۱۳) تاریخ اسلام	مولوی ابو الفضل احسان اللہ عباسی گورکھپوری	اُردو
(۱۴) ترجمہ سفرنامہ برنیئر	خلیفہ محمد حسین	اُردو
(۱۵) گورنمنٹ گزیٹیر پنجاب	.. .. ..	انگریزی
(۱۶) گزیٹیر ممالک مغربی و شمالی اودھ (ضلع متھرا)	کانی بیئر	انگریزی
(۱۷) اورنیٹل بایوگرفیکل ڈکشنری	ٹامس ولیم بیل	انگریزی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

سعد اللہ خاں کا حسب و نسب - وطن - و تعلیم و تربیت

ہندوستان کے سب سے بڑے مدبر اور عالی دماغ وزیر اعظم سعد اللہ خاں

؎ یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ اکثر فارسی اور یورپین مورخین نے بھی یوں ہی لکھا ہے چنانچہ الفنسٹن گورنر بمبئی کا بیان تاریخ ہند میں ہے کہ "اسی زمانے میں سعد اللہ خاں وزیر کا انتقال ہوا جو نہایت لائق و فائق اور عاقل و ہوشیار اور چال چلن کا نیک تھا۔ یہاں تک کہ ویسا وزیر ہندوستان کے وزیروں میں کوئی نہیں ہوا۔ شاہجہاں کے کاروبار میں اس وزیر باتدبیر کا ذکر بڑی عزت و شان سے ہوا

کا سلسلۂ خاندانی کسی خاندانِ امارت سے نہیں ملتا لیکن یہ امر بجائے اسکے کہ کسی قسم کی سُبکی کا باعث ہو بہت بڑے فخر کی بات ہے کیونکہ وہ صرف اپنی ذاتی کوشش اور لیاقت سے ایک خاندانِ امارت کا بانی ہوا۔ بنی نوع انسان کے اُن افراد کی طرح جو صرف اپنے ذاتی قوتِ بازو سے صفحاتِ تاریخ کی زیب و زینت کا باعث ہوئے ہیں سعد اللہ خاں کے ابتدائی اور خاندانی حالات بھی بہت کم معلوم ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ محمد حسن صاحب مترجم سفرنامہ ڈاکٹر برنیئر فرانسیسی سیاح نے اپنے ترجمے میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت یوں تحریر فرمایا ہے کہ "سعد اللہ خاں کے زمانے کے مؤرخوں نے اُس کی قومیت کا کچھ ذکر نہیں لکھا البتہ خافی خاں نے اُسے شیخ سعد اللہ کر کے لکھا ہے جو ہندوستان میں اکثر نومسلم لوگوں کے لئے بھی بولا اور لکھا جاتا ہے مگر اُس کے ہم وطنوں کا یہ بیان ہے کہ وہ تھیم تھا جو ایک ایسی قوم ہے کہ وہاں کی مسجدوں اور مکتبوں کے مُلّا اکثر اسی ذات کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ کوئی ہندوی الاصل قوم ہے مگر چونکہ اُن کے میراثی اوّل اُن کے سلسلہ نسب میں کچھ عجیب و غریب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۔ ہے۔ تمام سلطنت کے کام اسی وزیر کے صلاح و مشورت سے انجام پاتے تھے۔ اورنگ زیب نے جو خطوط اور فرمان اپنی طول طویل سلطنت میں لوگوں کے نام تحریر کئے ہیں اُن میں بھی اِس وزیر کی رائوں اور کاموں کو اِس طرح سے لکھا ہے کہ سب لوگ اُس کی پیروی کریں۔"

نام بیان کرکے اور پھر کچھ کھینچ تان کے ملک عرب تک پہنچا دیتے ہیں اس لئے
میرے دوست جو بالفعل خاص چنیوٹ کی منصفی کے عہدے پر مامور ہیں اور
جنھوں نے براہ مہربانی تکلیف فرما کر میری خواہشوں کے موافق اس کی تحقیق
کی تھی یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ لفظ تیم کی خرابی ہو جو عرب کے مشہور قبیلہ
بنی تمیم کے نام کا ایک جزو ہے اور ان گنواروں نے اپنی جہالت اور بے علمی
کی وجہ سے جو فی زمانہ ان اضلاع میں عموماً ہے بگاڑ کے اسے تہیم کرلیا ہو"
خلیفہ صاحب سے مشہور و معروف فاضل کی یہ فروگذاشت سخت حیرت انگیز
ہے کہ انھوں نے اثنائے تحقیقات میں کتاب مآثر الامرا کا ملاحظہ نہیں فرمایا۔
ورنہ صاحب مآثر الامرا کی تحقیقات کی نسبت بھی وہ اپنے نوٹ میں کچھ ارقام
فرماتے یہ کتاب مآثر الامرا مغلیہ عہد کے امرا کے حالات میں بہت مستند اور
ضخیم تاریخ ہے جس کے راست گفتار اور فاضل مؤلف میر عبد الرزاق صمصام الدولہ
شاہ نواز خاں خوافی اورنگ آبادی ہیں۔ یہ کتاب ۱۱۹۰ھ میں تالیف ہوئی۔
اس میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت تحریر ہے کہ وہ قصبہ چنیوٹ[1] متعلقہ

[1] قصبہ چنیوٹ ۳۱ درجہ ۴۳ دقیقہ و ۳۲ درجہ عرض بلد اور ۳۰ درجہ ۱۰ دقیقہ و ۵۹ درجہ
طول بلد میں دریائے چناب کے بائیں کنارے سے دو میل کے فاصلے پر ایک پست پہاڑی
کے نشیب میں پنجاب کے ضلع جھنگ میں واقع ہے۔ ۱۸۸۱ء میں یہاں کی مردم شماری
دس ہزار ۷۳۱ سو ۱۳ تھی۔ قصبہ مذکور تین حصص پر منقسم ہے۔ جو اوپر تلے نہایت خوب صورتی
سے واقع ہیں۔ ایک حصہ پہاڑ کے دامن میں ہے۔ اور دوسرا تحصیل کی طرف اور تیسرا مغرب

فنون میں بمقام لاہور مشغول تھا۔ اکثر مُلّا خواجہؒ نامی ایک مشہور درویش کی

لہ مُلّا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا خاص وطن صوبہ بہار تھا میاں میر قدس سرہ کے مرید تھے۔ عالمِ جوانی میں کسب علوم کے واسطے لاہور تشریف لائے تحصیل علم کے بعد میاں میر سے بیعت کر لی۔ اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ شاہ جہاں کو مُلّا خواجہ کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ خواجہ بختاور خاں عالمگیری نے مرآۃ العالم میں بحوالہ دربار خان ناظر شاہ جہانی تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ شاہجہاں بایام قیام لاہور حویلی دارا شکوہ میں تشریف لائے واپسی کے وقت دربار خاں ناظر سے فرمایا کہ تم مُلّا خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ شاہ جہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہے۔ دربار خاں جس وقت مُلّا صاحب کے حجرے میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مُلّا صاحب ابھی باہر چلے گئے ہیں اور ایک ٹوٹے سے حجرہ میں جو سرِراہ واقع ہے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں بادشاہ کی سواری بھی آن پہنچی۔ دربار خاں نے عرض حال کیا۔ شاہ جہاں نے کہا کہ تم یہیں کھڑے رہو جب مُلّا صاحب آئیں ہمارا اسلام کہہ کے یہ مصرع عرض کر دینا ؎

طاقت مہماں نداشت خانہ بمہماں گذاشت

شاہ جہاں کے جانے پر تھوڑی دیر میں ملا خواجہ آ گئے اور یہ پیام سنکر فرمایا۔ کہ حضرت نے بڑی غریب نوازی فرمائی مگر میں عمداً کنارہ کر گیا تھا تاکہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں اور لوگوں کے ہاتھوں سے میری داڑھی کے بال سلامت رہیں مگر میں اس پیام کا جواب کل دونگا دوسرے دن مُلّا صاحب تن تنہا دیوان عام

کی خدمت میں واسطے کسب علوم باطنی و تصفیہ قلب کے حاضر ہونا۔ ملا خواجہ کو بھی سعد اللہ خاں سے خاص انس ہو گیا تھا۔ ایک دن حالت جذب میں اپنے مریدوں سے کہا کہ وزیر شہنشاہ ہند کو بلاؤ۔ حاضرین ملا کے اس تعجب انگیز فقرے کو سن کر سخت متعجب و متحیر ہوئے اور انکی سمجھ میں نہ آیا کس کی طلبی کا ارشاد ہے ۔ نہایت ادب سے دریافت کیا تو جواب ملا کہ ملا سعد اللہ کو بلاؤ۔ مثل مشہور ہے "ہونہار

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶ - میں علیحدہ سب کے پیچھے ایک کنارے آکھڑے ہوئے دربار خاں ناظر نے دور سے دیکھ کے فوراً پہچان لیا اور جلدی سے دوڑ کر شاہ جہان کو خبر کی۔ بادشاہ سنتے ہی خوش ہو گیا اور دربار عام برخاست کر کے ملا صاحب سے خلوت میں ملاقات کی۔ ایک دن بہت سے درویشوں کا مجمع تھا اور مسئلہ وحدت وجود کی بحث چھڑی ہوئی تھی اور کچھ فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ ملا صاحب خاموش بیٹھے تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور آگ میں جو زور شور سے قریب ہی جل رہی تھی جا بیٹھے اور بڑی دیر تک بیٹھ کے جوں کے توں نکل آئے ایک بال بھی بیکا نہ ہونے پایا تھا اور فرمایا بس یہی جواب ہے پھر کسی نے دم نہ مارا۔ اسی طرح بہت سے خوارق عادات ملا صاحب کے مشہور ہیں۔ اوائل عہد عالمگیری میں ۱۰۷۲ھ تھا کہ ملا صاحب لاہور کے باغ فیض بخش کی سیر کو تشریف لے گئے اور باغ میں دو تین مرتبہ فرمایا "دکہ مراے طلبند" اور اسی وقت اس دار ناپائدار سے انتقال فرمایا اور متصل مقبرہ اپنے پیر کے جو موضع غیاث پور متصل تام گنج لاہور میں ہے مدفون ہوئے۔۲!

ہروا کے چکنے چکنے پات ہوتے ہیں" خدا کی قدرت دیکھئے کہ مُلّا خواجہ کی یہ پیشین گوئی جس کے پورا ہونے کی اُس وقت بظاہر کوئی اُمید نہیں ہوسکتی تھی آخر میں صحیح ثابت ہوئی۔

شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد آبِ حیات میں لکھتے ہیں کہ "سعداللہ خاں چنیوٹ اور عبدالحکیم سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ دونوں گمنام گھروں کے لڑکے تھے اور ساتھ پڑھتے تھے۔ عبدالحکیمؒ اگرچہ اوّل سبق میں پیش قدم تھے مگر قسمت کے سعداللہ خاں پیش قدم نکلے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے شاہ جہاں کے وزیر ہوگئے اور علامہ کا خطاب علم و فضل کی شہرت پر طرّہ ہوا"

مُلّا عبدالحکیم نے مُلّا کمال کشمیری اور شیخ احمد سرہندی سے علم و فضل حاصل کیا تھا پس گمان غالب ہے کہ سعداللہ خاں کی اُستادی کا بھی فخر اِنہی بزرگوں کو حاصل ہے۔ اِس کے علاوہ سعداللہ خاں کی ابتدائی حالت سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے شیخ سعدی رح کے اصول ؎

تمتّع زہر گوشۂ یافتم　　　ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

کی تقلید میں مختلف علما و فضلا سے استفادہ کیا ہوگا۔ علامی ابوالفضل کے شاگردِ رشید مُلّا عبدالحمید لاہوری نے بادشاہ نامہ میں یہ وقائع شناہ لکھا ہے "مُلّا سعداللہ لاہوری حافظ قرآن مجید اور فضائل و کمالات عقلی و نقلی سے آراستہ و پیراستہ اور حسنِ تقریر اور لطفِ تحریر اور رسائی فہم و ذکا اور کثرت معلومات میں اپنا نظیر نہیں رکھتا" اور ایک اور

مقام پر یوں لکھا ہے "علامۂ زماں فہامۃ العصر سعد اللہ خاں علم معقول اور منقول کا فاضل عقل و دانش اور فرطِ معلومات اور فصاحت و بلاغت میں عقلائے زمانے سے بازی لے گیا ہے۔"

سعد اللہ خاں کا دربارِ شاہ جہانی میں داخل ہو کر روز افزوں ترقی کرنا

جب اس فاضل کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کی شمیم روح افزا نے لاہور کی محدود چار دیواری سے نکل کر دور و دراز ممالک کے مشام جان کو معطر کر دیا تو ۱۰۵۰ھ میں اس کا آفتاب اقبال دربارِ شاہ جہانی میں طلوع ہوا۔

مخفی نہ رہے کہ اس زمانے میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں سلاطینِ ہند و ایران میں اکثر علمی چوٹیں چلا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عرش آشیانی شاہنشاہ اکبر کے عہد میں سلطان عباس فرماں روائے ایران نے ملا وحید طاہر عجمی کی یہ رباعی دربار گہر بار اکبری میں بھیج دی **رباعی**

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد
اکبر بہ خزینہ پُر از زر نازد عباسؑ بہ ذوالفقار حیدرؑ نازد

عرش آشیانی اس رباعی کو سن کے کچھ چیں بہ جبیں ہوئے اور بلبلِ ہندوستان ملک الشعرا فیضی کی طرف نگاہ کی یہاں کیا تھا

معشوق کی ترچھی نظروں سے تاڑ گئے کہ مزاج دشمنوں کا بگڑا۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرنے دیئے کہ ہاتھ جوڑ کر عرض کی کیا بندگان عالی نے اِس رُباعی کا جواب نہیں سُنا اور فی البدیہ کہا۔ رباعی

فردوس بہ سلسبیل و کوثر نازد دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد
عباسؓ بہ ذوالفقار حیدر نازد کونین بہ ذاتِ پاکِ اکبر نازد

اللہ اکبر حاضرین دربار اِس برجستہ اور شستہ و رفتہ کلام کو سُن کے پھڑک گئے اور یہ رباعی لکھوا کے شاہ ایران کے سفیر کو دے دی گئی کہ اپنے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دینا۔

اِسی طرح عہدِ شاہ جہانی میں ایران کے بادشاہ نے شاہ جہاں کو لکھا کہ جہان میں بہت سے ملک اور بہت سے بادشاہ ہیں تم جمیع ممالک کے فرماں روا کب ہو جو اپنا لقب شاہ جہاں رکھ لیا ہے۔ شاہ جہاں نے فضلاے دربار کو حکم دیا کہ اِس تحریر کا معقول جواب سوچ کر حضور میں عرض کریں۔ اِس زمانے میں بقول صاحب ملحت مقال سعداللہ خاں شیخ عبدالمومن سنبھلی کے لڑکوں کی تعلیم و تربیت پر جو شاہ جہاں کے دربار میں دیوانِ تن[1] کے منصب پر سرفراز تھے مقرر تھے اور اُن کی رفاقت میں رہتے

---

[1] غیاث اللغات اور لغات کشوری سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیوانِ تن کی اصل دیوان تنخواہ ہے یعنی تن مخفف ہے تنخواہ کا۔

وارث علی۔

تھے۔ چنانچہ سعد اللہ خاں کو شیخ عبدالمومن کی زبانی یہ حال معلوم ہوا تو اُن سے کہا کہ اگر دربار شاہ جہانی میں میری رسائی ہو تو اس معمے کو میں حل کرسکتا ہوں۔ دیوان نے بادشاہ کے حضور میں یہ بات پہنچائی اور وہاں سے سعد اللہ خاں کی طلبی ہوئی۔ خان صاحب نے دربار میں پہنچکے عرض کی کہ جہان[۵] و ہند کے اعداد بہ قاعدہ ابجد مساوی ہیں پس شاہ جہاں سے دراصل شاہ ہند مراد ہے۔ شاہ جہاں کو یہ جواب بہت پسند آیا اور یہی سعد اللہ خاں کے دربار شاہ جہانی میں پہنچنے اور قرب و منزلت کا باعث ہوا[۶]۔

ملا عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ اور خافی خاں وغیرہ شاہجہانی عہد کے مشہور اور مستند مورخین نے اس واقع کو اپنی اپنی تاریخ میں درج نہیں کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ شاہ جہاں نے سعد اللہ خاں کے علم و فضل اور دیگر اوصاف حمیدہ کی شہرت سُن کر موسوی[۷] خاں

---

[۵] یہ مطلب اِس شعر کے ذریعے سے ادا کیا گیا ہے

ہند و جہاں ز روے عدد چوں برابر است　　　　بر شہ خطاب شاہجہاں زاں مقرر است

[۶] محمد افضل سرخوش نے اپنی کتاب کلمات الشعرا میں جو ۱۰۹۳ھ کی تالیف ہے اِس واقعہ کو مشہور شاعر ابوطالب کلیم کی طرف منسوب کیا ہے۔ تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ سعد اللہ خاں دہلی پہنچ کر آصف خاں پسر اعتماد الدولہ کے لڑکوں کے پڑھانے پر بمشاہرہ چالیس روپے ماہوار اور کھانے پر ملازم ہو گئے تھے وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ [۷] موسوی خاں صدر الصدور سادات مشہد

[1] صدر الصدور کو حکم دیا کہ مُلّا سعد اللہ کو طلب کر کے ہمارے دربار میں پیش کرو۔ اُنھوں نے سعد اللہ خاں کو بُلا کر [2] ۱۲ رمضان سنہ ۱۰۵۰ھ کو شاہ جہاں کی خدمت میں پیش کیا۔

سلاطین ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں میں کوئی شخص صرف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۔ مقدس میں سے تھے عہد جہانگیری میں شاہی ملازم ہوئے۔ پندرھویں سال جلوس جہانگیری میں داروغہ آبدار خانہ مقرر ہوئے اور ترقی پا کر اخیر عہد جہانگیری میں صدارت کل کے معزز عہدے پر بہ منصب دو ہزاری یا نصد سوار سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں کے عہد میں چار ہزاری منصب تک ترقی پا کر ۱۸ صفر سنہ ۱۰۵۴ھ میں انتقال کیا۔ آگرے میں جو محلہ کچہری گھاٹ کے نام سے موسوم ہے وہاں انہیں موسوی خاں کی کچہری جمنا کے کنارے واقع تھی یہی اُس کی وجہ تسمیہ ہے۔

[1] عہد شاہی میں صدر الصدور یا صدارت کل ایک معزز عہدے کا نام تھا۔ تمام مذہبی اوقاف اور مذہبی جاگیرات کا انتظام اسی عہدہ دار کے متعلق ہوتا تھا۔ علما و فضلا و مشائخ و سادات کے حقے اور وظائف اور اراضی مدد معاش کے معاملات بذریعہ صدر الصدور طے ہوتے تھے۔

[2] خافی خاں نے منتخب اللباب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پہلے بھی سعد اللہ خاں ایک مرتبہ دربار شاہ جہانی میں آ گئے تھے۔ بادشاہ نے حسب قاعدہ اُن کا روزانہ وظیفہ مقرر کرنا چاہا تھا لیکن سعد اللہ خاں نے اُس کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

علم و فضل اور قلم کے زور سے سلطنت کا کوئی اعلےٰ عہدہ نہیں حاصل کر سکتا تھا بلکہ جو شخص فنونِ حرب میں اپنے آپ کو جس لیاقت کا ثابت کرتا اُسی کے مطابق وہ سلطنت کے ملکی عہدے پانے کا مستحق خیال کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے سلاطین چغتائیہ میں ایشیا کے اِس دستور العمل کی اِتنی سختی سے پابندی ہوتی تھی کہ خاص شاہزادوں کو بھی جب تک وہ کسی مہم پر مامور ہو کر اپنے آپ کو فنونِ حرب کا ماہر نہ ثابت کر لیں کسی منصب پر مقرر نہ کیا جاتا تھا۔ جس طرح اِس زمانے میں ملازمت کے واسطے مختلف لیاقت و اسناد قابلیت کی ضرورت ہے اِسی طرح اس عہد میں جملہ خدمات کے واسطے خواہ وہ مُلکی ہوں یا فوجی فنونِ حرب کی واقفیت کی ضرورت تھی۔ عہدِ اکبری سے دہ باشی (دس سواروں کا افسر یا جمعدار) سے لے کر پنج ہزاری تک کے منصب مقرر تھے۔ شاہ جہاں کے عہد میں ہفت ہزاری تک ترقی ہوئی۔ منصب کے مطابق تنخواہیں تھیں اور تنخواہ کے عوض میں اُسی محاصل کی جاگیر عطا ہو جاتی تھی۔ انہیں اہلِ سیف میں سے ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق ملکی عہدوں اور اہلِ قلم کے کام پر مامور کیا جاتا تھا۔ لیکن لڑائی کے وقت جس جس کا نام تجویز کیا جاتا۔ خواہ وہ اہلِ سیف سے ہو یا اہلِ قلم سے سب کو بلا عذر شریکِ جنگ ہونا پڑتا تھا۔ علما اور مشائخ اور آئمہ مساجد اور دیگر صاحب کمال شرفا کے واسطے جاگیر بنام مدد معاش مقرر ہو جاتی تھی اور وہ خدمت سے

معاف تھے۔

سعد اللہ خاں جو بہ حیثیت ایک عالم و فاضل کے دربار شاہ جہانی میں پیش ہوئے حسب قاعدہ مقررہ اُن کی جاگیر بطور مدد معاش کے مقرر ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن بادشاہ نے جو قدردان اور کمال کا جوہری تھا قیافہ شناسی کی کسوٹی سے اِس نوجوان فاضل کی استعداد کاردانی اور کارگزاری کا حال معلوم کرکے خلعتِ خاصہ اور طویلہ خاص سے گھوڑا مرحمت فرمایا۔ اور بزمرۂ بندگان خاص منسلک فرماکر خدمت عرض مکرر پر متعین فرمایا۔ یہ وہ خدمت تھی جس پر سوائے معتمدانِ خاص اور امرائے تجربہ کار کے یکایک کوئی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔

سعد اللہ خاں نے اِس عہدے پر مقرر ہوکے جس عجلت سے ترقی کی وہ نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

پندرھویں سال جلوس شاہ جہانی ۱۰۵۲ھ میں منصب ہزاری دوصد سوار اور خطاب خانی عطا ہوکر داروغگی دولت خانہ خاص پر تقرری ہوئی۔

سولھویں سال ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۵۳ھ کو ایک فیل طویلہ خاص سے مرحمت ہوا اور پانچ سو سوار کی بیشی ہوئی۔

سترھویں سال ۱۰ رمضان ۱۰۵۳ھ کو خلعت خاصہ عطا ہوا اور منصب دوہزاری پانصد سوار مقرر ہوکر خدمت میر سامانی مرحمت ہوئی۔

اٹھارھویں سال ۸ شوال ۱۰۵۴ھ کو خلعت عطا ہوکے منصب دوہزار پانصدی ششش صد سوار مقرر ہوا۔

اُسی سال ۲۹ ذیقعدہ ۱۰۵۴ھ کو پانصدی ذات کا اضافہ ہوا۔
اُسی سال ۹ ربیع الثانی ۱۰۵۵ھ کو منصب سہ ہزاری پانصدی ہشت صد سوار مقرر ہوا۔
اُنیسویں سال ۳ جمادی الثانی ۱۰۵۵ھ کو بمقام کشمیر خلعت خاصہ اور قلمدانِ مرصع مرحمت ہو کر منصب چار ہزاری ہزار سوار مقرر ہوا۔ اور دیوان خالصہ کی خدمت عطا ہوئی۔
ابتدائے ملازمت سے چار برس دس مہینے اور چار دن کے بعد ۱۱ رجب ۱۰۵۵ھ کو کشور ہند کے سب سے بڑے اور معزز عہدے دیوان اعلیٰ اور وزیر اعظم پر مقرر ہو کے خلعت خاصہ اور جمدھر مرصع مع پھول کٹارہ کے مرحمت ہوا۔
اس قلیل مدت میں سعد اللہ خاں کا وزارت کے معزز عہدے پر پہنچ جانا اُس کی عام قابلیت اور مدبری اور شاہ جہاں کی قیافہ شناسی۔ قدر دانی اور کمال پروری کی بہت اچھی دلیل ہے۔
سعد اللہ خاں کے اوصاف حمیدہ و حسنِ تدبیر نے شاہ جہاں کے دل میں جو اثر پیدا کیا تھا وہ ذیل کے معتبر بیان سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے
صاحب مآثر الامرا تحریر فرماتے ہیں کہ خان دوراں خاں صوبہ دار دکن کی وفات کی خبر جب دربار میں پہنچی تو شاہ جہاں نے اسلام خاں مشہدی سے جو اُس وقت وزیر اعظم تھے فرمایا کہ خان صاحب دکن کی صوبہ داری کے لئے کسی کو تجویز کرو۔ اسلام خاں یہ سُنکر اپنے مکان پر چلے آئے اور اپنے مشیروں سے اُسکے صلاح لی کہ دکن کی صوبہ داری

کے لئے میں بادشاہ سے درخواست کروںگا تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔
سبھوں نے بالاتفاق تعجب سے جواب دیا کہ ایسے معزز عہدے یعنی وزارت اعظم کو چھوڑ کے حکومت دکن پر جانا دانائی سے بعید ہے۔ اسلام خاں نے کہا بے شک تمہاری رائے درست ہے۔ لیکن بادشاہ سعداللہ خاں کا لوہا مان گیا ہے اور ہر وقت اس پر خاص عنایت کی نظر ہے اس کا دلی منشا یہ ہے کہ سعداللہ خاں وزیر اعظم ہو صرف موقع کی تلاش تھی۔ اب کہ دکن کی صوبہ داری خالی ہوتی بادشاہ نے محض اس غرض سے مجھ سے دریافت کیا کہ میں خود اپنے منہ سے دکن جانے کی آرزو ظاہر کروں۔ بہتر ہے کہ میں ایسا ہی کروں اس میں میری بات بھی رہ جائیگی اور سعداللہ خاں پر احسان رہے گا۔ اور اگر بادشاہ نے اپنی رائے سے سعداللہ خاں کو وزیر اعظم کر کے مجھے وہاں بھیج دیا تو ناحق ذلت ہوگی۔
پس اسلام خاں اسی دن شام کو شمشیر و سپر حمائل کر کے خلاف معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور صوبہ داری دکن کی تمنا اس وقت مجھے کشاں کشاں لے آئی ہے۔ بادشاہ خوش ہو گیا اور فرمایا کہ اچھا پھر اپنی جگہ کے واسطے تم نے کسے تجویز کیا ہے۔ اسلام خاں نے آداب بجا لا کے عرض کی کہ جہاں پناہ اس عہدے کے لئے سعداللہ خاں سے بہتر میں کسی کو نہیں پاتا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور اسلام خاں کی تجویز کی نہایت تعریف کی۔ چنانچہ اسلام خاں تو خوشی خوشی دکن روانہ ہو گئے اور سعداللہ خاں مسند وزارت اعظم پر جلوہ افروز ہوئے۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ بہ اعتبار عہدے اور عزت کے تو ہمارے خانِ والاشان کو معراج حاصل ہوگئی اب اِس سے اعلٰے درجہ بادشاہ کے اختیار میں کوئی نہیں ہے جو اُنہیں دے اور یہ ترقی شاہی نوکری کی ابتدا سے پانچ برس سے کم عرصے میں حاصل ہوگئی قدر روانی اور بیدار مغزی اِس کا نام ہے نہ کہ پچاس پچاس برس ایک ہی جگہ ایڑیاں رگڑا کرو اور کوئی خبر نہ ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ لیکن چونکہ ترقی بلحاظ منصب فوجی عمل میں آتی تھی جس کی انتہا اُس عہد میں ہفت ہزاری تک تھی۔ لہذا بتواریخ ذیل اُن کی فوجی ترقی عمل میں آئی۔

۱۵ رمضان ۱۲۵۵ھ کو منصب پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار مقرر ہوا اور علم ونقارہ جو اُس عہد میں سب سے زیادہ امارت کی دلیل تھی۔ عطا ہوا۔

۱۴۔ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ کو منصب شش ہزاری دو ہزار سوار مقرر ہوا۔ اور ایک ہاتھی اور ہتھنی مع ساز طلائی مرحمت ہوئے۔

۲۰۔ ربیع الثانی ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری سہ ہزار سوار مقرر ہوا۔

۴۔ جمادی الثانی ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری چار ہزار سوار مقرر ہوا۔

۵۔ شعبان ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری پنج ہزار سوار مقرر ہوا۔

۲۔ شوال ۱۲۵۶ھ کو منصب شش ہزاری ذات شش ہزار سوار مقرر ہوا۔

۲۔ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار مقرر ہوا۔ اور ایک عربی النسل گھوڑا مع ساز طلائی کے طویلہ خاص سے مرحمت ہوا۔

۲۴۔ ربیع الاول ۱۲۵۸ھ کو سواران موجودہ میں ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ

قرار پائے۔

۱۰۵۹ھ میں بہ ایام روانگی قندھار دو ہزار سوار دیگر دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔

۱۰۶۰ھ میں انتہائے ترقی تھی یعنے ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار منجملہ اُن کے پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہو کر دو کرور دام سالانہ انعام کی ٹھیری

سعداللہ خاں صاحب کی تنخواہ

تنخواہ سعد اللہ خاں کی بارہ کرور دام سالانہ تھی۔ اور دو کرور دام سالانہ انعام ملتا تھا۔ یہ چودہ کرور دام سالانہ ہوا جس کے ۳۵ لاکھ روپے سالانہ ہوتے ہیں۔ مگر ایام جشن یا کسی اور خاص کارگذاری کی حالت میں جو انعام واکرام مرحمت ہو جاتے تھے وہ اِس کے علاوہ ہیں۔

سعداللہ خاں کی ملکی خدمات۔ عدل و انصاف۔ اور اُس کے عہد وزارت کے چند دلچسپ واقعات

اِس عالی دماغ مدبر کے حالاتِ زندگی کی نہایت دلاویز تصویر ہے جس سے اُس کا نام نامی آئندہ نسلوں میں ہمیشہ عزت و ادب کی نگاہ سے

دیکھا جائے گا۔ اور جن اوصاف و خوبی کی وجہ سے تمام مؤرخین نے
بالاتفاق تعریف و توصیف کے مرصّع سہرے اُس کے سر پر باندھے
ہیں وہ اُس کی دیانت و امانت۔ رعایا پروری۔ عدل و انصاف وغیرہ
اوصاف حمیدہ ہیں۔ اِس انصاف و عدل کے صاحب کمال جوہری
نے بادشاہ اور رعایا کے باہمی معاملات کو ہمیشہ اپنی میزان عدل میں
سونے کی تول تولا۔

عہدِ اکبری میں راجہ ٹوڈرمل۔ خواجہ مظفر علی الملقب بہ مظفرخاں۔
خواجہ شاہ منصور۔ اور جہانگیر کے زمانے میں اعتماد الدولہ وغیرہ بڑے بڑے
قابل معاملہ فہم اور کارگذار دیوان تھے۔ مگر جن لوگوں نے کتب تاریخ
کو بغور دیکھا ہے۔ اُن پر پوشیدہ نہیں کہ شاہی مطالبہ کی تشخیص
میں یہ لوگ سخت گیری کے دھبّے سے پاک نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ
اِن کے اختیارات کے مقابلے میں دل جلی رعایا نے اپنے دل کے
پھپھولے پُرزور قلم کی نوک سے پھوڑے ہیں۔ مثلاً کسی دل جلے نے
راجہ ٹوڈرمل کی نسبت یوں کہا ہے

آنکہ شد کارِ ہند ازو مختل — راجۂ راجہاست ٹوڈرمل

خواجہ مظفر علی جب ۹۷۱ھ میں دیوان ہوئے تو لوگوں نے اُنکی
تقرری کی تاریخ لفظ ظالم میں نکالی۔ اہل ظرافت میں یہ شعر مشہور
چلا آتا تھا۔

سگِ کاشی بہ از خراسانی — گرچہ صد بار سگ ز کاشی بہ

دل جلوں نے جوان کی سختی کی وجہ سے بہ نسبت راجہ ٹوڈرمل کے
ان سے زیادہ جل رہے تھے اس شعر کی یوں اصلاح کی۔

سگِ راجہ بہ از مظفر خاں گرچہ صد بار سگ ز راجہ بہ

خواجہ شاہ منصور کا نام یار لوگوں نے دم دار ستارہ رکھا تھا۔ جس وقت
کوچہ و بازار میں اُن کی سواری نکلتی تو لوگ اشاروں اور کنایوں
میں لعنت و نفرت کے طوق اُن کے گلے میں ڈالتے۔ اُس زمانے
کے شاہی خیر خواہ تو درکنار۔ ہمارے اس زمانے کو تمدن و تہذیب کا
بڑا دعوے ہے اور یوں بھی جب سے اب تک دنیا کی عمر میں تین سو
برس کی زیادتی ہو گئی ہے اُسے بہت سا تجربہ حاصل ہو جانا چاہئے۔
مہذب گورنمنٹیں اپنی تہذیب و کمال پر ناز کیا کریں مگر یار لوگ تو سرکاری
خیر خواہی میں غریب رعایا کا بھیجا کھاہی جاتے ہیں اور گورنمنٹ
کی خوشی کے لئے تشخیص مطالبہ جات سرکاری میں گورنمنٹ ہی
کے پلڑے کو بھاری رکھتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے خانصاحب
نے اپنی وزارت کے زمانے میں رعایا اور مساکین کے فائدے کو مدنظر
رکھا اُن کا قول تھا کہ اجرائے بدعت و مردم آزاری میں ہرگز ہرگز
کفایت نہیں ہوتی بلکہ رعایا کی غمخواری اور دلداری باعثِ افزونی
خزانہ شاہی ہے اور رب العالمین بھی اس سے خوش ہوتا ہے یہی
وجہ ہے کہ سعد اللہ خاں کو کبھی کسی نے برا نہیں کہا نہ اُن کی نسبت
سبک الفاظ مستعمل کئے۔

خافی خاں نے لکھا ہے کہ سعد اللہ خاں میں بہترین صفت یہ تھی کہ وہ معاملات مالی و ملکی کو نہایت دیانت و امانت سے سر انجام دیتے تھے۔ تمام مدت وزارت میں اُن کا قلم بدعت و مردم آزاری پر نہیں اُٹھا۔ بلکہ وہ اُن مقدمات اور محاسبات کو رفع و دفع کر دیتے تھے جن میں رعایا اور مساکین کا نقصان ہوتا تھا۔

اکبر کے مشہور وزیر ابو الفضل نے آئین اکبری اور اکبرنامہ لکھ کے اگرچہ ہزاروں برس کی اِس خام خیالی کو کہ صرف ایک ہی شخص یعنی شاہِ وقت ہی سب کچھ ہے اور سوائے اُس کے اَور کوئی شخص اِس قابل نہیں کہ مؤرخ اُس کا ذکر کرے دور کرنے کی کوشش کی مگر افسوس ہے کہ آئندہ مؤرخین نے پورے طور سے ابو الفضل کی پیروی نہیں کی یہی وجہ ہے کہ آج ہم سعد اللہ خاں کے مفصل انتظامی حالات اور جزئیات بیان کرنے سے معذور ہیں۔

شاہ جہانی اور عالمگیری عہد کے جملہ مؤرخ اِس امر میں متفق اللفظ ہیں کہ ہندوستان نے سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں بہت رونق پائی اور شاہ جہاں کے مزاج میں اُن کا ایسا رسوخ اور اعتبار تھا کہ سوائے مقدمات وزارت کے جملہ امورات کلّی و جزئی اور مالی و ملکی اُنہیں کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے اور شاہ جہاں کو اُن سے ایسی محبت تھی کہ تمام ایام وزارت میں اُس نے اُنہیں چار پانچ مرتبے سے زیادہ اپنی آنکھ سے اوجھل

نہیں ہونے دیا۔

سعد اللہ خاں۔ کے حسن انتظام سے محاصل میں جو بیشی ہوئی م اسکی تصدیق ملا عبدالحمید لاہوری مولف بادشاہ نامہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔

عہد شاہجہانی کی آمدنی اور خرچ

شاہجہاں کی تخت نشینی کے وقت کل ملکی آمدنی ۷ اکرور ۵۰ لاکھ روپے اور محالات خالصہ کی آمدنی صرف ۵۰ لاکھ روپے تھی۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ خالصہ شاہی میں اس تفصیل سے خرچ ہوتا تھا۔ کہ ۵۰ لاکھ روپے آمدنی خالصہ سے اور ایک کروڑ روپے خزانۂ عامرہ سے۔

اس مبارک عہد کے عدل وانصاف سے ملک ایسا سرسبز و شاداب ہوا۔ کہ یوماً فیوماً مداخل میں ترقی اور مخارج میں زیادتی ہونے لگی۔ چنانچہ بیسویں سال جلوس شاہ جہانی میں ملکی آمدنی

له خافی خاں نے اس کی نسبت یوں لکھا ہے کہ "بر عقلا ظاہر است کہ اگرچہ در ملک گیری استقلال بہ از محمد اکبر بادشاہ رونق افزائے سلطنت ہندوستان در تیموریہ نہ بودہ اما در بندوبست و نسق و فراہم آوردن خزانہ و آبادکاری ملک و قدردانی سپاہ و رعایا پروری ہیچ یک از شاہ جہاں در عرصۂ عمر وسعت فرماں فرمائے نہ گردیدہ"

۲۲ کروڑ[1] اور خالصۂ شاہی کی آمدنی ۳ کرور روپیہ تھی۔ اسی حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ شاہ جہاں نے اپنے عہد کے بیسویں سال تک علاوہ اخراجات ملکی کے ۳۲ کرور ۹۶ لاکھ روپیہ بہ تفصیل ذیل عمارات و انعامات وغیرہ غیر معمولی اخراجات میں صرف کیا اس پر بھی اخیر عہد میں ۲۴ کرور روپیہ نقد اور ۱۴ کرور روپیہ کا سونا چاندی اور جواہرات خزانہ شاہی میں چھوڑا۔

تفصیل اخراجات

سال اوّل جلوس میں بہ ایام جشنِ تخت نشینی اُمرا اور سادات اور مشائخ اور شاہزادوں کو انعام مرحمت ہوا۔ ایک کرور ۴۰ لاکھ اس کے علاوہ چار لاکھ بیگہ زمین اور ۱۲۰۰ مواضعات۔

دوسرے سال سے بیسویں سال جلوس تک انعامات میں صرف ہوا۔ نوکرور ۶ لاکھ

مصارف جنگ بلخ و بدخشاں	۴ کرور
تیاری عمارات میں	۲ کرور ۹۰ لاکھ

سلہ اخیر عہد میں ۳۲ کرور روپے تک بیشی ہوئی۔

عمارات کے خرچ کی تفصیل یہ ہے

روضۂ تاج گنج	دیگر عمارات قلعۂ آگرہ	قلعہ دہلی	جامع مسجد دہلی
۵۰ لاکھ	۶۰ لاکھ	۵۰ لاکھ	۱۰ لاکھ
عمارات لاہور	عمارات کابل	عمارات کشمیر	عمارت قندھار
۵۰ لاکھ	۱۲ لاکھ	۸ لاکھ	۸ لاکھ
عمارات احمد آباد و اجمیر			
۱۲ لاکھ			

تیاری تخت طاؤس بقول ٹیورنیر جوہری ۶ کرور ۵۰ لاکھ

میزان کل ۲۳ کرور ۹۶ لاکھ

محامدین متعصدی سورت یعنی رعایا پروری کا ایک

دلچسپ واقعہ

آج کل کے اکثر مؤرخ جو سلاطین اسلام کے عہد کے ظلم و ستم کے من گھڑت افسانے اپنی جولانئے طبیعت اور تعصب کے تیز و تند

اور وزاروں سے گھڑ گھڑ کے مشتہر کرتے رہتے ہیں وہ ذرا چشم بصیرت سے تعصب کی پٹی ہٹا کر اس رعایا پروری کے تاریخی واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

سلاطین اسلام کے عہد میں ایک بڑی ذمہ داری کا عہدہ وقائع نگاری یعنے پرچہ نویس کا تھا۔ اِس عہدے پر نہایت مُتدین اور ایمان دار لوگ مقرر کئے جاتے تھے۔ ہر لشکر ہر صوبہ کے صدر مقام ہر بندرگاہ اور بڑے بڑے مقامات میں وقائع نگار متعین ہوتے تھے اور یہ لوگ کسی صوبہ دار یا سپہ سالار کے ماتحت نہ ہوتے تھے۔ بلکہ اُن کا تعین براہ راست دربار شاہی سے ہوتا تھا۔ وہ روزانہ ہر قسم کے واقعات قلمبند کرکے اُس کی ایک نقل دربار شاہی میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اِس انتظام سے دربار میں ہر قسم کی خبریں بادشاہ کو برابر پہنچا کرتی تھیں اور صوبہ دار اور اُمراء جو ممالک دور و دراز میں متعین ہوتے تھے اِن وقائع نگاروں کے خوف سے کوئی امر خلاف قانون کرنے کی جرأت نہ کرسکتے۔ اور اِس امر کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ اُمرا سے جب کوئی فعل خلاف قانون صادر ہوا اور اُنہوں نے شاہی خوف سے وقائع نگار کو طمع یا دھمکی دی کہ اِس معاملہ کو پرچے میں درج نہ کرو تو وقائع نگاروں نے اُن کی کچھ پروا نہ کی اور اُن کی ایک نہیں مانی ہے۔ اور بعض موقعوں پر اپنے فرائض منصبی کو ایمان داری سے بجا لانے پر اپنی جان عزیز

لکھو بیٹھے ہیں۔

چنانچہ وقائع سورت[1] سے معلوم ہوا کہ محمدؐ امین متصدی حاکم بندر سورت تشخیص مال و ابواب میں سختی اور ظلم کرتا تھا۔ دربار شاہجہانی سے فوراً اُس کی ضبطی جاگیر اور منصب کا حکم صادر ہوا۔ اور محمد امین گرزبردار کے ذریعے سے گرفتار ہو کے دربار میں لایا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سرِ دربار اس ظالم کی آستین میں سانپ چھوڑا جائے۔ چند اُمرائے سفارش بھی کی مگر وہ نہایت سختی سے نامنظور کی گئی۔

اُس زمانے میں سورت شاہجہاں کی سب سے بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم کی جاگیر میں تھا۔ جو بیگم صاحبہ کے لقب سے موصوف اور عہد شاہجہانی میں سب سے زیادہ با اقتدار تھیں دربار کے متصدیوں اور محمدؐ امین کے ہوا خواہوں نے جب دیکھا کہ کسی طرح اُس کی جان بچتی نظر نہیں آتی تو بیگم صاحبہ کی خدمت میں پہنچ کے نہایت عجز و الحاح سے ایک رقعہ سفارشی لکھوایا۔ جب یہ رقعہ بادشاہ نے دیکھا ہے تو اُس کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی۔ محمدؐ امین کو تو حوالات میں بھیجا ہے اور خود غصے سے کانپتے ہوئے محل میں گئے اور پیاری بیٹی کو سامنے بُلا کے

حاشیہ[1] جس طرح آج ہمارے زمانہ میں بمبئی سب سے مشہور تجارتی شہر اور ہندوستان کا سب سے بڑا بندرگاہ ہے اسی طرح شاہان مغلیہ کے عہد میں شہر سورت بندرگاہ تھا۔ ۱۲

خوب ہی گھڑکا جھڑکا اور فرمایا کہ تم لوگ ہمیں عدل سے سلطنت نہیں
کرنے دیتے۔ حالانکہ بندر سورت تمہاری جاگیر میں ہے مگر تم ایسی اندھی
اور بہری ہو کہ تم نے ایسے ظالم ناپاک کی سفارش مجھ سے کی جس نے
محض اظہار خیر خواہی کے واسطے میری رعیت کو جو تم سے زیادہ مجھے
پیاری ہے برباد کر دیا اور اس قدر تشخیص محصول میں سختی کی کہ بہت
سے لوگوں نے مجبور ہو کے اپنے خورد سال بچوں کو فروخت کر کے
سرکاری محصول ادا کیا۔ تمہیں یہ خبر نہیں کہ بندرگاہ سورت ہفت اقلیم
کے لوگوں اور سوداگروں کے آنے جانے کی جگہ ہے جب قرب و جوار کے
بادشاہوں کو اس حال کی اطلاع ہوگی تو وہ میری اور تمہاری نسبت
کیا خیال کریں گے اور میری کیسی بدنامی ہوگی اُدھر رب العالمین کا
غضب اگر نازل ہو جائے تو کچھ تعجب نہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ
مالگذار رعیت باعث آبادی ملک اور موجب افزونی خزانہ ولشکر شاہی
ہے تم یہ نہ سمجھنا کہ میں شاہ جہاں کی چہیتی بیٹی ہوں اگر پھر کبھی تم نے
ایسے لوگوں کی سعی سفارش کی یا میں نے تمہاری جاگیر میں ایسے
ظلم کی خبر سنی تو جہاں آرا میری سخت ناراضی کا باعث ہوگا۔ بیٹی
کو اوّل تو محمد امین کے اس ظلم و ستم کی مطلق خبر نہ تھی پھر باپ کے
جو ایسے تیور پھرے دیکھے تو خوف سے رو کے قدموں پر گر پڑی اور معافی
مانگی۔ شاہ جہاں نکلا ہوا پھر دربار میں چلا آیا اور حکم دیا کہ محمدؐ امین کو
میرے سامنے لاؤ اور اسی وقت میرے سامنے سانپ اس کی آستین

میں چھوڑا جائے تمام دربار ہل گیا کسی میں اتنی جرات نہ تھی کہ مُنہ سے ایک لفظ بھی نکالے۔ اسی حالت میں دیکھتے کیا ہیں کہ سعداللہ خاں کے نائب راجہ رگھناتھ راے نے زمین خدمت کی چومی اور نہایت عجز و انکسار سے دست بستہ عرض کی کہ جہاں پناہ کی دولت و اقبال کا آفتاب ہمیشہ خط نصف النہار پر رہے اگرچہ ظالم کی شفاعت کرنا خود بھی اُسکے ظلم میں شریک ہونا ہے اور جو ایسی شفاعت کرے وہ خود بھی سزاوارِ عقوبت ہے مگر بندگانِ عالی یہ تو خیال فرمائیں کہ مظلوم رعایا کا بہت سارو پیہ اِس ظالم کے ذمّے ہے۔ جب تک بخوبی اُس کی تحقیقات ہو کے مظلوموں کا روپیہ واپس نہ ہو جائے اُس وقت تک اِس کے قتل میں تامّل فرمایا جائے۔ شاہ جہاں نے اِس تقریر کو سُنا اور محمد امین کو راجہ رگھناتھ کے حوالہ کر دیا کہ تحقیقات کے بعد جس قدر روپیہ رعیت سے زیادہ لیا گیا ہے واپس کرایا جائے۔ راجہ رگھناتھ راے نے سزاوِل شدید متعین کرکے جس جس سے جتنا جتنا روپیہ زیادہ وصول کیا گیا تھا۔ واپس کرا دیا

رعایا کی خوشش حالی

اِس عدل و انصاف کی وجہ سے رعایا کی خوشش حالی اور فارغ البالی کا یہ حال تھا کہ ایک موقع پر جب کہ شاہ جہاں مع خدم و حشم ایک دریا سے عبور کر رہا تھا۔ رعایا میں سے کسی نے بہ آواز بلند کہا کہ اِس بابرکت زمانے میں جملہ نیکیاں موجود ہیں۔ بادشاہ عادل۔ وزیر اعظم حجز رس۔ اہلکار

متدین۔ خلق اللہ مرفہ حال۔ پس اِن عطیاتِ ایزدی کا شکریہ بادشاہ پر واجب ہے۔ اِس آواز کو سُن کے بادشاہ نے سواری کو روک لیا۔ اور بندگانِ خاص کو بُلا کے فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور خلوصِ دل سے بارگاہِ ایزدی میں شکریہ ادا کرکے اُس شخص کو خلعت عطا فرمایا۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ "مصالح بقدر خواہش و خواہش بقدر جوہر پاک بہم مے رسد" یعنے نیکیوں کی جس قدر خواہش کی جائے بہم پہنچتی ہیں اور نیکیوں کی خواہش اُسی قدر زیادہ ہوتی ہے جس قدر انسان کا اصل مادہ پاک ہوتا ہے۔ پس اگر آدمی کی اصل میں بھلائی کا مادہ زیادہ ہے تو نیکیوں کی خواہش بھی بہت ہوگی اور اگر کم ہے تو کم ؎

سعد اللہ خاں کی وزارت کا ایک

جدید قاعدہ

سعد اللہ خاں کی وزارت سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ کروڑیوں کو حق التحصیل فی صدی ۵ روپے سو روپے میں سے مجرا دیا جاتا تھا یعنے جب کروڑی

ؔ کروڑی کو اُس زمانے کی اصطلاح میں تحصیلدار سمجھنا چاہئے۔ ایک کروڑ دام کی تحصیل پر ایک کروڑی مقرر ہوتا تھا ۵ روپے فی صدی حق التحصیل کے حساب سے کروڑی کی سالانہ تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار روپے ہوتے تھے۔ روپے کے ۴۰ دام ہوتے ہیں۔

سو روپیہ تحصیل کرے تو ۹۵ روپے خزانہ شاہی میں داخل کرے اور ۵ روپے بطور حق التحصیل خود لے لے۔ سعداللہ خاں نے کفایت سرکار کے خیال سے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ کروڑی جب ایک سو پانچ روپے تحصیل کرے تو پانچ روپے حق التحصیل کا مستحق ہے اگرچہ یہ ایک معمولی ترمیم تھی اور اس سے کروڑیوں کی تنخواہ میں کچھ زیادہ کمی نہ ہوتی تھی لیکن چونکہ اس میں غریب کروڑی کا کچھ نہ کچھ نقصان تو تھا ہی بدیں وجہ سعداللہ خاں عمر بھر نادم و مجل رہے اور ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اس دن میرا ہاتھ خشک ہو جاتا اور میں قلم ہاتھ میں نہ لے سکتا تو اچھا ہوتا۔

سعداللہ خاں کا انصاف

عہد اکبری میں راجہ ٹوڈرمل نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ عامل اور کروڑیوں کی سو سے کم فاضل رقم حساب میں مجرا نہ دی جائے اور سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو شاہ جہاں کے عہد میں دیوان اور متصدیوں نے عاملوں کی فاضلات رقم مجرا دینے میں طرح طرح کی دقتیں عائد کر رکھی تھیں۔ جب فرد محاسبہ سعداللہ خاں کے روبرو پیش ہوئی تو انہوں نے اس پر یہ پُر معنے حکم تحریر فرمایا "اے مستوفی مثل ہندی مشہور است۔ "لینا لینا دینا دینا" ہرگاہ ضابطہ سرکار چناں قرار یافتہ باشد کہ از صد بالا فاضل مجرا است چرا بہ بدعت و حیلے بدعاقبتی برائے خود و مار اضی مے شوی" یعنے اے مستوفی یہ ہندی مثل مشہور ہے کہ لینا لینا دینا دینا جب

قاعدۂ سرکاریہ مقرر ہے کہ سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو تو کس واسطے اس بدعت اور ہمارے اور اپنے لئے دعاے بد عاقبتی پر راضی ہوتے ہو۔

معافی بقایا ے مالگذاری

محالات خالصہ شاہی کی بقایاے مال گذاری کی فہرست جب سعد اللہ خاں کے سامنے پیش ہوئی تو اُنھوں نے اُس پر یہ حکم صادر فرمایا کہ اِس مِنارۂ برف کو آفتاب کے سامنے رکھو اور بعد گرمی کے جو باقی رہے اُس کے بازیافت کی کوشش کرو۔ یعنے جو لوگ بوجہ عدم استطاعت طاقتِ اداے بقایاے مال گزاری نہیں رکھتے اُنہیں بعدِ تحقیقات معاف کردو اور باقیوں سے وصول کرنے کی کوشش کرو۔

امداد قحطِ پنجاب

۱۰۵۵ھ میں بارش کی کمی سے پنجاب میں قحط پڑ گیا۔ دربارِ شاہ جہانی سے حکم ہوا کہ پنجاب کے مختلف مقامات میں دس لنگر خانے جاری ہوں اور ہر ایک سے دو سو روپے روزانہ کی خوراک مسلمانوں کو پکی پکائی اور ہندوؤں کو بذریعہ جنس خام تقسیم ہوا کرے اور پچاس ہزار روپیہ اُن سفید پوش اور ضعیفوں میں تقسیم کیا جائے جو لنگر خانوں میں نہیں جا سکتے۔

۱۰۶۱ھ میں بوجہ امساکِ باراں صوبۂ پنجاب میں غلہ بہت گراں ہو گیا اوّل پانی نہیں برسا اور تمام خریف خشک ہو گئی اُس کے

بعد اس شدت سے مینہ برساکہ چار پانچ مہینے تک تار بندھ گیا اور تخم ریزی ربیع کی نوبت نہ آئی اور جو ہوئی بھی تو بہ گئی جمنے نہ پائی۔ شاہ جہاں اِس زمانے میں سیر کے لئے لاہور سے کشمیر جا رہا تھا رعایا کی اِس پریشانی کو دیکھ کے رعایا اور مال گذاروں کے معاملات فیصل کرنے کے لیئے۔ سعد اللہ خاں کو پنجاب میں چھوڑا۔ اُنہوں نے دورہ کو کے سب معاملات کو نہایت عدل و انصاف سے طے کیا اور کشمیر میں شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

انفصال مقدماتِ کشمیر

اتفاق سے بارش کا جو حال پنجاب میں تھا وہی کشمیر میں ہوا تمام گلزاروں اور سبزہ زاروں سے رونق اصلی جاتی رہی بادشاہ کو بھی وہاں کی سیر پسند نہ آئی اور فرمایا کہ دہلی اور لاہور کے خوش نما باغات اور باصفا مکانات چھوڑ کے حفظِ نفس کے واسطے اس مسافت بعیدہ کو طے کرنا اور خلقِ خدا کی ایذا اور پریشانی سے خبر نہ ہونا طریقۂ یزداں پرستی سے دور ہے پس دو ہی مہینے بعد وہاں سے کوچ کر دیا اور ملکی و مالی مقدمات کے انفصال کے لئے سعد اللہ خاں کو کشمیر ہی میں چھوڑا۔ نواب صاحب نے بہت جلدی جملہ مقدمات کو باحسن وجوہ فیصل کر دیا کہ رعایا بہت خوش ہوئی اور خود لاہور میں بادشاہ سے آن ملے۔

سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اپنی جاگیر میں

جو محالات خاص سعد اللہ خاں کی جاگیر میں تھے اُن کا انتظام بھی براہِ

راست سعد اللہ خاں کے ہی ہاتھ میں تھا اِس لئے اُس کے اور اُس کے دیوان عبد النبی خاںؒ کی خوش تدبیری اور رعایا پروری سے وہ سرسبزی وشادابی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ شاہنشاہ عالمگیر نے ایک رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک دن اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) کے روبرو ذکر ہوا کہ سعد اللہ خاں کے گھر کی رونق اور اُن کی کثرتِ مال اور اُن کے محالات کی آبادی اُنکے دیوان عبد النبی خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری کے باعث سے ہے۔ اور سعد اللہ خاں ہمہ تن کارِ سرکاری میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہ جہاں نے کنایۃً سعد اللہ خاں سے فرمایا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تمہارے پاس سنگ پارس ہے اُسے ہماری نظر کرو۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ سنگِ پارس نے میرے پاس آکے عبد النبی خاں کی صورت اختیار کر لی ہے

؎ سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد شاہ جہاں نے عبد النبی خاں کو ملازمت شاہی میں رکھ کے منصب ہزاری چہار صد سوار مقرر فرمایا۔ عالمگیر کے عہد میں منصب دو ہزاری ایک ہزار سوار ہوگیا پہلے فوجدار فتحپور بعدہٗ فوجدار متھرا رہے۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۰۷۹ھ کو موضع سہرہ کے مفسدوں کی گوشمالی کو گئے تھے کہ بندوق کی گولی سے دارِ آخرت کو سدھارے۔ متھرا کی جامع مسجد انہیں کی عمارت ہے۔ اگر چہ صرف دو ہزاری منصب رکھتے تھے۔ بڑے ہر دل عزیز اور رعایا پرور تھے لیکن یہ اُن کی خوش انتظامی ہی کا نتیجہ ہے کہ وفات کے بعد ۹۳ ہزار اشرفیاں ۱۷ لاکھ روپے اور ساڑھے چار لاکھ کا اور مال اسباب چھوڑا۔

شاہ جہاں نے الحمدللہ کہہ کے فرمایا کہ سعداللہ خاں ہم نہیں بھی ہنگ پارس ہی جانتے ہیں اور عبدالغنی خاں کو تمہارے ہی پاس چھوڑتے ہیں۔

شاہ جہاں کے بڑے بیٹے اور ولی عہد دارا شکوہ کو سعداللہ خاں کی عزت و اقتدار سے سخت رنج و حسد تھا جس کی وجہ کسی دوسرے مقام پر ہم بیان کریں گے پس دارا شکوہ نے سعداللہ خاں کے محالات کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر شاہ جہاں سے شکایت کی کہ آپ کے وزیر نے ویران اور کم محاصل پرگنات تو چن چن کے مجھے دے دیئے ہیں اور عمدہ و سرسبز و شاداب پرگنات اپنے حصے میں لگا لیے ہیں۔ شاہ جہاں نے تو یہ شکایت سنی ہی نہیں بیٹے کی طرف سے چیں بہ جبیں ہو کے منہ پھیر لیا۔ مگر جب اس بات کی خبر سعداللہ خاں کو ہوئی تو فوراً دارا شکوہ کے وکیل کو طلب کر کے اپنی جاگیر اس کے سپرد کر دی اور شاہزادے کی جاگیر خود لے لی دو برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ وہ سرسبز و شاداب پرگنے جو دارا شکوہ کو دیئے گئے تھے۔ اس کے عمال کے ظلم و ستم سے ویران ہو گئے اور سعداللہ خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری سے ویران پرگنے جو اس نے دارا شکوہ سے لے لئے تھے سرسبز و شاداب ہو گئے۔

دہلی کی جامع مسجد

شاہجہان آباد (دہلی) کی عالیشان اور خوشنما جامع مسجد جس کی

باقاعدہ تعمیر اور عمارت کی تعریف و توصیف میں بڑے بڑے یوروپین انجنیئر اور مبصرین فن عمارت متفق اللفظ ہیں۔ سعد اللہ خاں اور خلیل اللہ خاں کے انتظام اور اہتمام میں تعمیر ہوئی ہے۔ ۱۰ شوال ۱۰۶۰ھ کو سعد اللہ خاں نے اس کی بنیاد رکھی اور چھ برس کے عرصے میں دس لاکھ روپے کے صرف میں یہ عالی شان مسجد تیار ہوگئی۔

شاہ جہان کے مبارک عہد میں جس کثرت سے مسجدیں اور دیگر خوش نما عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں اس کی نظیر کسی دوسرے عہد میں نہیں ملتی۔ اور چونکہ شاہ جہاں کا کوئی کام سعد اللہ خاں کے صلاح ومشورے سے ہرگز خالی نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے قیاس کیا جاتا ہے کہ خان صاحب کو فن عمارت سے بھی ایک خاص دل چسپی اور اس میں کامل مہارت اور واقفیت حاصل تھی۔

سعد اللہ خاں کی فوجی خدمات

باوجود اس کے کہ شاہ جہاں نے سعد اللہ خاں کو جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں تمام ایام وزارت میں چار پانچ مرتبے سے زیادہ اپنے پاس سے جدا نہیں کیا کہ جس کی وجہ سے میدان جنگ میں ان کو اپنے جوہر شجاعت دکھانے کا بہت کم موقع ملا مگر اس پر بھی جس قدر موقع ملا۔ انہوں نے فوجی خدمات کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے کر بڑے

بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں سے صاحب السیف کا خطاب بھی حاصل کیا۔

مہم بلخ ۱۰۵۵ھ

سلاطین چغتائیہ کو اکبر کے عہد سے اپنے ملک موروثی یعنی بلخ و بدخشاں و سمرقند کے فتح کرنے کی تمنا چلی آتی تھی۔ ۱۰۵۵ھ میں شاہ جہاں نے بھی نہایت دھوم دھام سے شاہزادہ مراد بخش کو بلخ و بدخشاں کی مہم پر روانہ کیا بہت سی لڑائیوں اور کشت و خون کے بعد بلخ[1] و بدخشاں فتح ہوا اور ۳ جمادی الثانی ۱۰۵۶ھ کو شاہ جہانی لشکر بلخ میں داخل ہوا ہنوز پورے طور سے ممالک مفتوحہ کا انتظام نہ ہونے پایا تھا کہ شاہزادہ مراد بخش کی عیش پسند طبیعت کو اس ملک کی آب و ہوا پسند نہ آئی۔ اور وہاں کے قیام سے دل برداشتہ ہو کر شاہ جہاں کو عرضی بھیجی کہ بندے کو حضور میں طلب فرما کے کسی دوسرے سردار کو میری جگہ مقرر فرمایا جائے اس عرضداشت سے شاہ جہاں کو ملال پیدا ہوا اور فرمان ارسال کیا کہ ہمتے

---

[1] فتح بلخ کی خوش خبری سن کے شاہ جہاں نے نہایت دھوم دھام سے آٹھ دن تک جشن منایا نصیرائے شیرازی نے فتح کی یہ تاریخ بطور تعمیہ کہہ کے پیش کی ؎

والئے توراں بہ آرائے ملک توراں وانگہے | ثانئ صاحبقراں بخشاں بہ آتش کن حساب

۴۷ ۹۰ ۱۰۱۳ ۹۰۰-۴۷+۱۰۱۳=۱۰۵۶ھ

ارادہ کر لیا تھا کہ بعد فتح ملک بلخ و بدخشاں تمہیں عطا فرمائیں گے اب خدا
کے فضل و کرم سے ہماری خاندانی آرزو بر آئی ہے لیکن پھر بھی اب تک
پورے طور سے ملک پر تسلط نہیں ہوا نہ کچھ انتظام ممالک مفتوحہ کا ہونے
پایا ہے لہذا اصلاح دولت اسی میں ہے کہ کچھ دنوں تک عیش و عشرت
کے ساتھ وہیں تحمل روائی کرو۔ باوجود اس فرمان عنایت آمیز کے
شاہزادہ وہاں کے قیام پر راضی نہ ہوا اور مکرر استعفاء روانہ کیا اور قبل
صدور حکم بلخ سے پیش خیمہ باہر نکالنے کا حکم دے دیا۔ بادشاہ کو اس سے
سخت ملال ہوا شاہزادے کے منصب و جاگیر کی ضبطی کا حکم صادر کر کے
یہ فکر کرنے لگا کہ اس نازک حالت میں کسی ایسے امیر کو بلخ کی طرف روانہ
کروں کہ جس کی گفتار و کردار کا سب کو اعتبار ہو۔ جہاں تک دیکھا اور
کوئی امیر اس قابل نظر نہ آیا پس طوعاً و کرہاً سعد اللہ خاں ہی سے کہنا
پڑا کہ جس قدر جلد ممکن ہو بلخ پہنچ کر جملہ انتظامات مالی و ملکی انجام دو
اور جہاں تک ہو سکے جلدی ہی چلے آؤ۔ اور اگر ہو سکے تو شاہزادہ مراد بخش
کو بھی سمجھا بجھا کے واپسی کے ارادے سے باز رکھنا۔ سعد اللہ خاں حسب الحکم
بہ طریق یلغار (گھوڑوں کی ڈاک بٹھا کے) پندرہ دن میں بلخ پہنچا اور
شاہزادے کو بہت سمجھایا مگر وہ کب مانتا تھا اس لئے سب امراء کو مراد بخش
کے پاس جانے کی ممانعت کر دی اور جملہ قلعوں اور تھانوں میں امرا کو
متعین کر کے بہادر خاں اور اصالت خاں کو صوبہ دار و سپہ سالار بلخ
اور قلیچ خاں کو صوبہ دار بدخشاں مقرر کیا اور جملہ انتظامات مالی و ملکی

کو ۲۲ دن میں بخوش اسلوبی تمام انجام دے کے واپس آ گیا۔ اِس خدمت کے صلے میں ایک ہزار سوار کا اضافہ اُس کے منصب میں کیا گیا۔

مہم قندھار

۱۰۵۸ھ میں خواص خاں قلعدار قندھار کی عرضداشت بدیں مضمون دربار میں موصول ہوئی کہ ۔ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو شاہ عباس چہارم فرماں روائے ایران مع بہت سے لشکر کے صفاہاں سے بارادۂ تسخیر قلعۂ قندھار روانہ ہوا ہے۔

شاہجہاں کو جب یہ وحشتناک خبر پہنچی تو سعد اللہ خاں کو مع ۱۲۵ اُمرا اور ساٹھ ہزار سوار اور دس ہزار برقنداز کے قندھار کو روانہ کیا اور شاہزادہ اورنگ زیب کو سپہ سالار لشکر کرکے اُن کے ہمراہ کیا اور اِس لشکر کی روانگی کے بعد خود بھی کابل کو روانہ ہوا۔

رستے کی دشوار گذاری اور برف و سردی کی کثرت اور رسد کی کمیابی کے باعث اِس لشکر کے بہت سے آدمی اور گھوڑے کابل تک پہنچنے میں ضائع ہو گئے وہاں چند روز قیام کرکے یہ لشکر غزنی روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں رسد بالکل نہ ملی بڑے بڑے امیروں کو روپے کا سیر بھر غلہ اور ڈیڑھ سیر گھاس بمشکل بہم پہنچتی تھی یہ لشکر ہنوز قندھار نہ پہنچنے پایا تھا کہ خواص خاں نے محصوری سے مجبور ہو کے قلعہ قندھار شاہ عباس کے حوالہ کر دیا سعد اللہ خاں نے نہایت دانشمندانہ اور فوجی اصول سے اِن دشوار گذار راستوں کو جو کثرت برف و باراں سے نہایت خطرناک

ہو رہے تھے طے کیا اور ۲ جمادی الاوّل ۱۰۵۹ھ کو قلعہ قندھار کے قریب پہنچ کے نہایت بہادری سے مورچہ بندی شروع کر دی اِس محاصرے میں اگرچہ سعد اللہ خاں نے ایسی بہادری اور بے جگری دکھائی کہ بڑے بڑے تجربہ کار اور ماہرین فن جنگ اُس کی بہادری اور جنگی قابلیت کے قائل ہو گئے مگر سچ ہے فتح و شکست خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ کبھی قلعے کے اکثر برجوں پر قابض ہو ہو گیا مگر قلعے کی مضبوطی اور محراب خاں قلعدار کی بہادری اور ہوشیاری اور سب سے زیادہ رسد کی کمیابی کی وجہ سے حسب الحکم شاہ جہاں اُس کو ناکام واپس ہونا پڑا۔

مہم قندھار دوبارہ

۱۰۶۱ھ میں شاہ جہاں نے شاہزادہ اورنگ زیب کو دوبارہ مہم قندھار پر روانہ کیا اور ۱۶ ربیع الاوّل کو خود بھی کابل روانہ ہوا۔ اُسی دن سعد اللہ خاں کو مع پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اور تیس چالیس توپوں اور بہت سے سامان فوجی اور دو کروڑ روپیہ نقد کے قندھار بھیجا۔

رسد کی کمیابی اور سابقہ وجوہات کے باعث اگرچہ اِس مرتبہ بھی یہ مہم ناکام ہوئی مگر سعد اللہ خاں نے اور سب تجربہ کار امرا سے زیادہ ہمت و مردانگی کا ثبوت دیا۔ خافی خاں نے اُن کی نسبت یوں لکھا ہے ''بہادران کار طلب از چار طرف در مکانے کہ گولہ رس نبود فرود

آمدند و شروع به دواندن نقب و نسق مورچال نمودند خصوص سعد اللہ خاں نسبت بہ ہمہ امیران کارزار دیدہ زیادہ شرط تردد و جلادت و تدبیر بکار بردہ بہ اتفاق راجپوتان تہور نشان بہ گرد آوری مصالح نقب زدن و مورچال دواندن کوشیدہ نشانہ گولہ و تفنگ و سنگ خود را ساختند"

مہم قلعۂ چتوڑ

سنہ ۱۰۶۴ھ میں شاہ جہان کو معلوم ہوا کہ رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ عہدنامے کے خلاف قلعہ چتوڑ کو مستحکم کر رہا ہے۔ یہ سُنکر شاہ جہاں نے سعد اللہ خاں کو مع ۳۰ ہزار فوج کے واسطے تادیب رانا اور منہدمی قلعہ و دروازے شہر پناہ چتوڑ کے روانہ کیا اور یہی ایک مہم تھی کہ جس کی سپہ سالاری بلا شراکت غیرے سعد اللہ خاں کے ہاتھ میں تھی۔ سعد اللہ خاں نے رانا کو شکست دے کے چودہ پندرہ دن میں تمام قلعہ منہدم کر دیا اور رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ دارا شکوہ کے وسیلے سے اپنی تقصیر کی معافی شاہ جہاں سے حاصل کی۔

سعد اللہ خاں کی وفات - مذہب

اخلاق وعادات اولاد اور یادگاریں

ہمارے نواب صاحب مرحوم و مغفور کو ایک مدت سے درد قولنج تھا۔ ۱۰۶۶ھ میں پھر اس کا دورہ شروع ہوا شاہ جہاں نے شاہی طبیبوں سے علاج کرایا پے در پے کئی طبیب بدلے گئے اخیر میں حکیم تقرب خاں کا علاج شروع ہوا اسی اثنا میں ایک دوا کے استعمال سے ایک خاص عارضہ پیدا ہو گیا۔ شاہ جہاں کو ان کی علالت کا نہایت رنج اور سخت پریشانی تھی اور دن میں کئی کئی دفعہ انھیں دیکھنے ان کے مکان پر جاتا تھا۔ اسی حالت[1] میں ۷ ۴ برس کی عمر پا کر اور پونے سولہ برس پانچ دن شاہی ملازمت کر کے جس میں دس برس گیارہ مہینے ایک دن مدت وزارت کی تھی ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۶۶ھ ۹ - اپریل ۱۶۵۶ء کو اس سرائے فانی سے کوچ کر کے روضہ جاودانی کو جا بسایا اور ہندوستان کا یہ سب سے زیادہ نیک نام وزیر سلطنت شاہ جہانی کو بے رونق کر گیا[2]۔ انا للہ و

---

[1] خافی خاں نے لکھا ہے کہ بعارضہ فالج چار یا پانچ مہینے مبتلا رہ کر انتقال کیا ۱۲

[2] سعد اللہ خاں کی قبر کا اب پتہ نہیں ملتا نہ کسی مستند تاریخ میں مدفن و جائے انتقال کا حال نظر سے گذرا۔

انا الیہ راجعون۔ **رباعی**

مدارِ جہاں ایں چنیں ہم نماند   منازاے بتِ چیں کہ چیں ہم نماند
کہ نقشِ نگیں بر نگیں ہم نماند   نہ جم ماند اینجا نہ نقش و نگینش

افسوس صد افسوس شاہ جہاں نے جب رحلت کی خبر سُنی تو فرطِ غم سے ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار رونے لگا اور ان کے بڑے بیٹے لطف اللہ خاں کو جس کی عمر گیارہ[1] برس کی تھی خلعت تعزیت اور منصب ہفت صدی دو صد سوار اور باقی خورد سال بیٹوں اور دیگر وابستگان کا یومیہ اور یار محمد اُس کے بھانجے کا منصب سہ صدی شصت سوار اور اُس کے لائق دیوان عبد النبی خاں کو منصب ہزاری چہار صد سوار سے مفتخر فرمایا۔ وفات کے بعد جو فرمان بادشاہ نے امیر الامرا علیمردان خاں کے نام بھیجا تھا اس کی نقل کتاب بہارستان سخن محمد صالح کنبوہ سے درج کی جاتی ہے جس سے بادشاہ کے رنج و افسوس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

فرمان عالیشان بنام امیر الامرا علی مردان خاں مشتمل بر کیفیت تاسف و تحریر خاطر فیض مآثر از رحلت دستورِ دانش منش آداب داں سعد اللہ خاں۔

دریں ایام کہ از آثار نظرِ فیض سرمایہ تحسین ابر و بہار و پیرایہ دہ شاہدانِ انوار و ازہار ہنگامہ سور و سرور در روزگار رونق تازہ پذیرفتہ

[1] بقول خافی خاں ۱۵ برس ۱۲

وتازہ رویانِ چمن و نورسانِ گلشن سرمایہ شگفتگی از سر گرفتہ۔ زمانہ بکام
ومقاصد حسب المرام ہوا خواہان بود و عیش و مسرت نوروزی روزی اولیای
دولت و بہروزی۔ ناگاہ از گزندِ چشم بد روزگار و رنگ آمیزی نیرنگ
چرخ کج رفتار قصہ نا رضیہ رو نمودہ عیش خاطر مقدس را منغص ساخت۔
یعنے بتاریخ بیست و دوم جمادی الثانیہ ۳۰ جلوس ہمایون مطابق سال
ہزار و شصت و شش ہجری سر دفتر ارکان خلافت عظمیٰ۔ سر امد عیان
دولت کبرے۔ واقف رموزِ کاردانی۔ محرم اسرار ظل سبحانی۔ صاحب عیار
دانائی۔ شناسائے گوہر شناسائی۔ مرآت حسن اخلاق و عقیدت۔ آب گوہر
وفا و حقیقت۔ دستور اعمل دیوان آگاہی۔ نظر یافتہ عنایت شاہنشاہی۔
حاوی مراتب فروع و اصول سر حلقہ ارباب اقبال و قبول۔ راز دار دین
و دیانت۔ عنوان صحیفۂ عقل و فطانت۔ مخلص حق شناس سپاس گذار
مرید یک رنگ۔ وفا آئین جان نثار۔ وزیر عطارد تدبیر ستودہ سیر۔ مشیر
بے نظیر۔ نیکو محضر۔ سرافراز عنایات بے پایان۔ سزاوار مراحم نمایان۔ علامۂ
زمان۔ وحید دوران۔ سعد اللہ خان۔ کہ بہ سلسلہ جنبانی ارادت خاص در
حضرت والا رتبت کہ معیار عیار حقیقت است نقد سرہ اخلاص خالص و
دانش کامل خود را بہ تجربہ و عیار رسانیدہ و متاع آگہی و ہوشمندی را سنجیدہ
میزان امتحان و اعتبار گردانیدہ بہ انواع احسان و توجہات خاص
اختصاص یافتہ بود +

بنا بر ارادۂ آفریدگار و مشیت قادر مختار ازین دیر دیر بنیاد و کہنہ رباط بے ثبات

رحلت نمودہ بہ جوارِ رحمتِ ایزدی پیوست و بہ مدارجِ معارجِ کمال مرتقی گشتہ۔
بہ حجابِ فنا مختفی گشت۔ لاجرم از وقوعِ ایں واقعہ عبرت افزاے چنداں
غبارِ وحشت و گردِ کدورت بہ صفوت کدۂ صفا آمودِ ضمیرِ اطہر راہ یافتہ کہ از
دل بہ زباں نیاید والحق جاے آں دارد چہ دقائق دوربینی و صواب گزینی
آں شائستۂ مسند وزارت والاتر ازاں بود کہ در دفترِ بیان گنجد سالہا باید
کہ از حرکاتِ چرخِ دوّار بدیں رو نہ صاحب جوہرے تمام عیار کہ استعداد
تربیت خلیفۂ خداداشتہ باشد باز بروئے کار آید۔ و چناں صاحب فطرتے
تمام فرد از ساحتِ عدم بہ عرصۂ وجود شتابد۔ کاش آں صاحب استعداد
کامل در خورِ فضل و کمالِ خویش بہرہ از عمرِ طبعی مے یافت و شجرۂ عمرش
از کنارِ جوئبارِ روزگار پیش از ظہورِ ثمرۂ دانش و آگاہ دلی بہ صرصرِ اجل از
پا در نمے آمد تا آں چناں کہ عنایت و رعایت نسبت بحالِ او مرکوزِ خاطرِ اشرف
و مکنونِ ضمیرِ اقدس بود بہ منصۂ ظہور مے رسید و بہ فیضِ تربیت مہر خاصیت
بیشتر ازیں مختص و مباہی گشتہ۔ گوہر گرامایۂ جانِ عزیز در امرے نمایاں
و خدمتے شایاں نثارِ راہِ ولی نعمتِ خویش نمودہ فایز بہ درجۂ نیک نامی
کہ مایۂ نہایت نیکو سرانجامی است مے گردید۔ چوں از فرمانِ قضا و قدر گریزے
نیست در امثالِ ایں امور طریقۂ رضا و تسلیم مرعی باید داشت و رضا بہ قضاے
سبحانی کہ از وصمتِ تبدل و صفتِ تغیر منزہ است از امارات توفیق باید
شمرد۔ امید کہ بہ میامنِ رضامندی ما کہ منتج خشنودی حضرت جل و علا است
ابوابِ مغفرت براں صاحب سعادت مفتوح شود و سایۂ فیض مایۂ ذات اشرف

اقدس ما کہ وسیلۂ انتظام سلسلۂ عالم و ذریعۂ جمعیت بنی آدم است بر مفارقِ عالم و عالمیاں مخلد و مبسوط باد۔ بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔

سعد اللہ خاں کا مذہب

سعد اللہ خاں کا مذہب سنت و جماعت تھا اور وہ اپنے فرائض مذہبی کو کمال سرگرمی سے ادا کرتے تھے۔ اور ورد و وظائف کے بھی سخت پابند تھے اور اُن سے فارغ ہو کے دیر تک نہایت تضرع و زاری سے بارگاہ ایزدی میں دعا مانگا کرتے تھے ایک دن جب وظیفہ سے فارغ ہو کے دیر تک دعا کی تو ایک گستاخ ہمنشین نے پوچھا کہ خانصاحب اب کونسی آرزو باقی ہے جو اتنی دیر تک دعا کرتے ہو۔ سعد اللہ خاں نے جواب دیا کہ " آدم خوب "

سعد اللہ خاں کی بے تعصبی

اگرچہ سعد اللہ خاں ایک مذہبی عالم تھے مگر معاملاتِ سلطنت کو کمال بے تعصبی سے انجام دیتے تھے جس کا بہت اچھا ثبوت یہ ہے کہ اُنکا نائب ایک ہندو رگھناتھ نامی تھا جو ابتدا میں معمولی متصدی تھا لیکن اپنی کاروانی اور لیاقت کے باعث سعد اللہ خاں کا دایاں ہاتھ بن گیا اور اُنھیں کی تربیت اور اثر صحبت سے مستفید ہو کے راے رایاں رگھناتھ سعد اللہ خانی کے خطاب سے مفتخر ہوا اور سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں اُن کا نائب اور اُن کی وفات کے بعد ہی دیوان اعلیٰ ہو گیا اور اپنی وفات تک جو ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۷۴ھ کو ہوئی اسی

معزز عہدے پر ممتاز رہا شہنشاہ عالمگیر نے اپنے رقعات میں دو جگہ اس دیوان کی لیاقت کی تعریف کی ہے مدر گھنا تھ سعداللہ خانی ذرا حیا سے کہ راتق مہماتِ دیوانی بودے گفت کہ کارِ سرکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کاردانی و دماغ معاملہ آرائی داشتہ باشد نہ علیل غرض"

سعداللہ خاں کی عادات اور اخلاق

خان صاحب خلق و تواضع میں بے نظیر تھے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے حتی المقدور بھلائی کے ساتھ پیش آتے تھے اور کسی کی برائی یا شکایت اُن کی زبان پر ہرگز نہ آتی تھی۔ خافی خاں نے لکھا ہے کہ خان صاحب میں علاوہ کمالات صوری و معنوی کے ذاتی خوبیاں بھی حد سے زیادہ تھیں۔

بشارت شاہ نام ایک فقیر اور نواب صاحب کا ابتدائی زمانہ میں کہیں ساتھ رہا تھا جب اُس نے نواب صاحب کے عروج کا حال سُنا۔ دہلی پہنچا۔ محافظین درِ دولت نے اندر نہ جانے دیا۔ لاچار ہو کر چاندنی چوک میں جا بیٹھا۔ جب نواب صاحب کی سواری آئی گستاخانہ بولا کہ اب یہ دماغ ہے کہ تو اب نواب اندر نہیں جانے دیتے۔ سعداللہ خاں نے اُس وقت تو کچھ جواب نہ دیا مگر حویلی میں پہنچ کر اُس کو اندر بُلایا اور نہایت اخلاق سے یہ دو شعر اپنے اُس کو سُنائے اور دس ہزار روپے مرحمت کر کے رخصت کیا ؎

آدمی زاد چشمِ حال نگر | از خیالِ پری دوئی بگذر
نافہ آہوئے ختن خون بود | سنگ ہست ابتدائے لعل و گہر

مسجد چنیوٹ

سعداللہ خاں کی عالی ہمتی کی یادگار میں اُن کے وطن چنیوٹ میں سنگ سُرخ کی عالی شان اور خوب صورت مسجد ہنوز موجود ہے۔ جس کے مینار سنگ لرزاں کے ہیں۔ اور اُن کے محلات کی شان و شوکت کے ثبوت میں وہیں ایک فیل خانہ بھی بیان کیا جاتا ہے[1]۔

سعد آباد

آگرہ اور متھرا کے قریب ایک پُر فضا مقام پر دریائے جمنا کے کنارے سعداللہ خاں نے اپنے عہد وزارت میں ایک شہر آباد کر کے سعد[2] آباد کے نام سے موسوم کیا تھا۔ کچھ گاؤں پرگنہ کھندولی سے اور دو سو گاؤں پرگنہ جلیسر[3] کے سعد آباد کے متعلق کر کے اُسے صدر مقام بنا دیا۔ اُس وقت سے ۱۸۳۲ء تک سعد آباد ایک ضلع کا صدر مقام رہا جس میں بانٹ۔ نوجھیل۔ مہابن۔ رایا۔ کھنڈولی[4]۔ سکندرہ راؤ۔ فیروز آباد۔ جھاتہ وغیرہ۔

---

[1] دیکھو گورنمنٹ گزیٹیر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب۔

[2] دیکھو گورنمنٹ گزیٹیر ممالک مغربی و شمالی و اودھ جلد ۹۔ ضلع متھرا۔

[3] جلیسر آج کل ضلع ایٹہ میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔

[4] کھندولی آج کل بحیثیت ایک موضع کے تحصیل اعتماد پور ضلع آگرہ میں ہے۔ اور پرگنہ کھندولی اب پرگنہ اعتماد پور کے نام سے موسوم ہے۔

کے پرگنے شامل تھے۔ ۱۸۳۲ء میں جب متھرا کا نیا ضلع قائم ہو گیا اس وقت سے سعد آباد ایک تحصیل رہ گئی۔ وہاں بھی ایک مسجد سعد اللہ خاں کے نام سے مشہور ہے۔

چوک و بازار اور حویلی سعد اللہ خاں

دہلی اور آگرے میں بھی سعد اللہ خاں نے نہایت عالی شان حویلیاں چوک اور خوشنما بازار تعمیر کرائے تھے۔

لاہور میں سعد اللہ خاں کی دو حویلیاں اب تک مشہور ہیں ایک حویلی چھتر والی کہلاتی ہے اور موچی دروازے کے قریب واقع ہے۔ دوسری حویلی موچی دروازے سے آگے بڑھ کر ہے جو میاں خاں انکے بیٹے کے نام سے موسوم ہے۔ اس عالیشان حویلی میں اب ایک بڑا محلہ آباد ہے جو محلہ میاں خاں کی حویلی کہلاتا ہے۔ اس حویلی کا ایک حصہ رنگ محل کہلاتا تھا اس میں اب لاہور کا مشن اسکول ہے۔ کتاب بہار سخن مصنفہ محمد صالح کنبوہ لاہوری میں ان حویلیوں کی تعریف میں صفحے کا ایک مضمون درج ہے جس کے عنوان پر یہ شعر تحریر ہیں ؎

تعالی اللہ ازیں قصر ہمایوں — کہ از وصفش بلندی یافت مضموں
نسیم فیض مشتاق ہوایش — زمین شعر حیران فضایش
بہ وصف صفہایش طبع موزوں — شدہ صورت نگار لفظ و مضموں

چو گیرم از ثنایش نسخہ در دست
کند صورت نویسی کلک تر دست

مرحوم کی اولاد

سعداللہ خاں کی اولاد کی بابت خافی خاں نے یوں لکھا ہے کہ " عقلاے جہاں دیدہ پر ظاہر ہے کہ حکام اور ارباب ریاست سے جو ظلم وستم اور احسان وغیرہ رعایا پر عائد ہوتا ہے رعایا اُسی کے موافق دعا یا بددعا اُنکی اولاد پر کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اسوقت تک از روے تاریخ اور راقم اوراق کے باون ۵۲ سالہ مشاہدے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ظالم عاقبت بخیر نہیں ہوتا - اور اُسکی اولاد رزق اور آبرو کی طرف سے دلی مراد کو نہیں پہنچتی - بلکہ دس بیس سال میں ظالم کے خاندان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا - برخلاف اس کے سعداللہ خاں کی اولاد اُن کی وفات سے اسوقت تک کہ ۷۰ برس ہوتے ہیں (یعنے تالیف منتخب اللباب تک) سب عاقبت محمود اور فراخ روزی اور نیک نامی سے زندگی بسر کرتی رہی اور کرتی ہے خصوصاً اس زمانے میں کہ انسانیت و کمال مروت معدوم الوجود ہو چکی ہے - "

مختلف تاریخوں سے سعداللہ خاں کی اولاد کا جس قدر پتا چلا اُس کو بطور شجرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

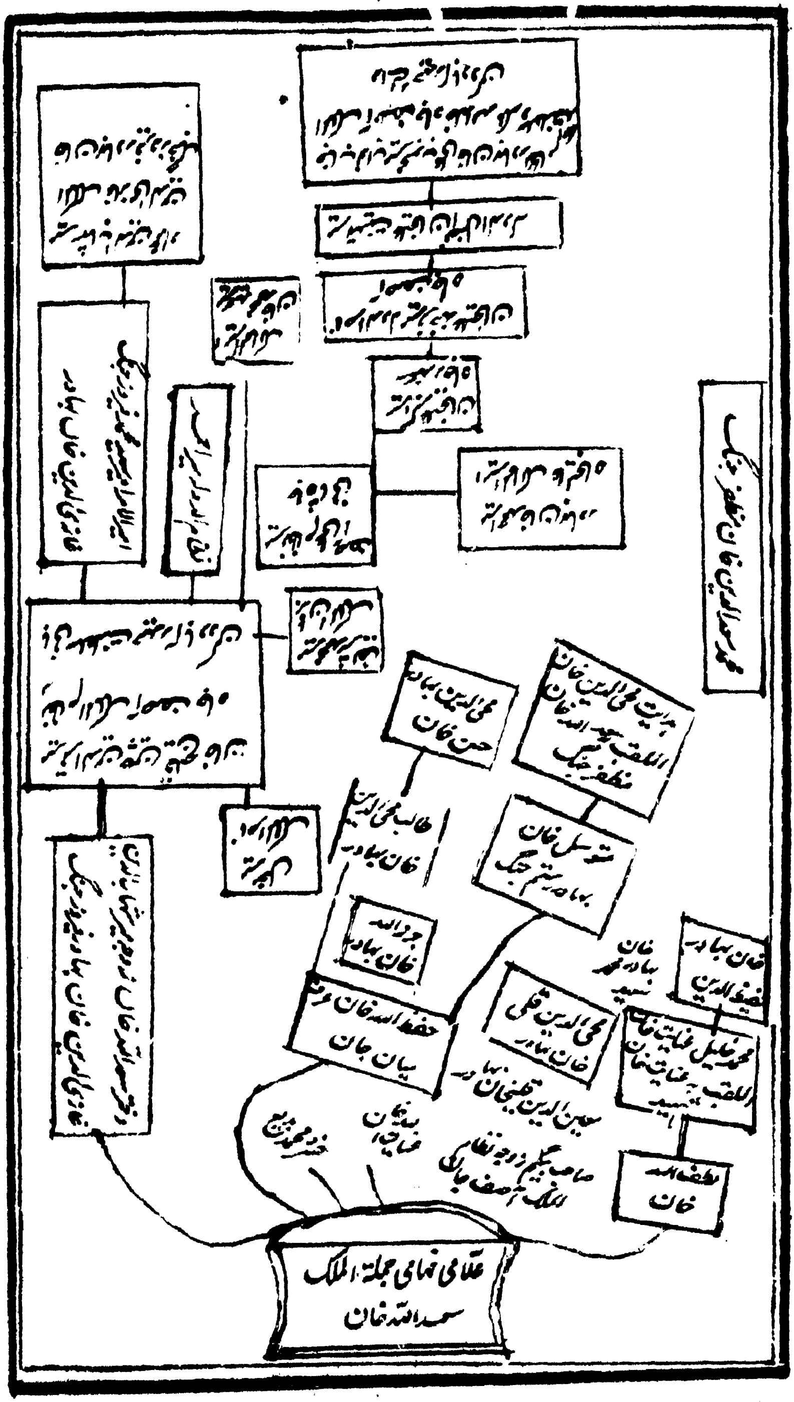
علامی فہامی جملۃ الملک
سعد اللہ خان
لطف اللہ خان

مرحوم و مغفور کی اولاد کے اگر مختصر حالات ہی قلمبند کئے جائیں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی جسے ان باقیات صالحات کے مفصل بیان دیکھنے کا شوق ہو وہ کتاب مآثر الامرا دیکھے۔ یہاں ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان کے بیٹوں کا ذکر لکھتے ہیں۔

لطف اللہ خاں بڑے صاحبزادے جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے وقت صرف ۱۱یا ۱۵برس کے تھے عالمگیر کے عہد میں مختلف اعلےٰ عہدوں پر مامور رہے اور جنگی و ملکی خدمات اچھی طرح انجام دے کے منصب سہ ہزاری دو ہزار پانصد سوار تک پہنچنے پائے تھے کہ عمر نے وفا نہ کی ۱۰ شعبان ۱۱۱۴ھ کو رحلت فرما گئے۔

حفظ اللہ خاں میاں خاں کے نام سے مشہور اور عہد عالمگیری میں دو ہزاری پانصد سوار کے منصب اور صوبہ داری ٹھٹھہ اور فوجداری سیوستان پر مامور تھے پینتالیسویں سال جلوس عالمگیر میں انتقال کیا[1]

---

[1] میاں خاں کا عالیشان مقبرہ لاہور کے قریب موضع بھوگیوال میں واقع تھا۔ جو شکلی وی محل کے نام سے موسوم ہے۔ سکھوں کے عہد میں اس کی بہت سی عمارت کھد گئی۔ نہایت خوبصورت سنگ سیاہ کا تعویذ تھا وہ بھی سکھوں نے کھاڑ لیا۔ مسجد اور تسبیح خانہ۔ حوض وغیرہ اب بھی موجود ہیں۔ صاحب تحقیقات چشتی لکھتے ہیں کہ انگریزی عملداری میں یہ مقبرہ معہ باغ کے دو ہزار دو سو پچاس میں نواب علی رضا خاں صاحب قزلباش نے خریدا ہے۔" کیا تعجب ہے کہ سعد اللہ خاں کی قبر اسی مقبرہ میں ہو۔

عنایت اللہ خاں اور خسرو محمد بدیع کے حالات کا کچھ پتا نہیں چلا اس لئے خیال ہوتا ہے کہ انھوں نے خورد سالی میں انتقال فرمایا۔

حضرت سعد اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے پرپوتے سب صاحب علم اور ہر عہد میں مناصب اعلےٰ پر مامور رہے خصوصاً ہدایت محی الدین خاں اوّل جو سعد اللہ خاں کے نام سے مشہور اور پھر مظفر جنگ کے معزز خطاب سے مفتخر ہوئے نہایت بانام و نشان اور عالم و فاضل اور شجاع تھے۔ ہندوستان میں انھوں ہی نے پہلے پہل فرانسیسیوں کو اپنی فوج میں نوکر رکھا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ جب نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد مسند نشین حیدرآباد ہوئے اس وقت مظفر جنگ نے جو صوبہ دار بیجاپور تھے بوجہ سابقہ کدورت کے انورالدین فوجدار کرناٹک کو جو منجانب نظام الدولہ فوجدار تھا شکست دے کر اس ملک پر قبضہ کرلیا جب یہ خبر نظام الدولہ ناصر جنگ کو ہوئی تو اس نے بھی فوج جمع کر کے اس طرف کوچ کیا فریقین میں ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ کو جنگ عظیم واقع ہوئی مظفر جنگ شکست کھا کے زندہ قید ہوئے مگر انکی شکست یافتہ فوج کے ایک نامی افسر بہادر خاں نے پھر ہمت کرکے اور فرانسیسیوں کو جو اس جنگ میں مظفر جنگ کے ہمراہ تھے پھر ہمت دلا کے ناصر جنگ کے لشکر پر اس زور سے شبخون مارا کہ ناصر جنگ کی فتح یاب فوج بھاگی اور ناصر جنگ ۱۰ محرم ۱۱۶۴ھ کو بہادر خاں

مذکور کے ہاتھ سے مقتول ہوئے اور مظفر جنگ بجائے ناصر جنگ
کے مسند نشین حیدرآباد ہوئے۔ اِس واقعہ کے تھوڑے ہی دن
بعد جب کہ مظفر جنگ اپنی والدہ کو لینے بندرگاہ پھلجری کو جارہا
تھا راستے میں فرانسیسیوں اور بہادر خاں کی فوج میں کسی بات
پر آن بن ہوگئی۔ مظفر جنگ نے فرانسیسیوں کا ساتھ دیا مگر
۱۷۔ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ کو ایسا تیر لگا کہ جاں بحق تسلیم کی۔

حضرت سعد اللہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کی دختری اولاد
میں حیدرآباد دکن کی حکومت ۱۱۳۶ھ سے اس وقت تک برابر
چلی آتی ہے۔ چنانچہ اب نواب میر محبوب علی خاں بہادر نظام الملک
آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ فرماں روائے ریاست ہیں اور
دنیا کی جملہ اسلامی سلطنتوں میں تیسرے یا بعض حیثیت سے چوتھے
درجے کے فرماں روا ہیں۔

سعد اللہ خاں کی وفات سے شاہجہاں کی سلطنت پر کیا اثر پڑا

شاہ جہاں کے چار بیٹے دارا شکوہ۔ شجاع۔ اورنگ زیب اور
مراد تھے۔ یہ چاروں صاحب حوصلہ اور ہر ایک اپنے آپ کو سلطنت
کا مستحق سمجھ کے آئندہ بادشاہ ہونے کا امیدوار اور اسی کے

منصوبوں میں سرشار تھا۔ شاہ جہاں کو داراشکوہ سے نہایت ہی محبت تھی۔ اِس محبت اور نیز سب بھائیوں میں بڑے ہونے کے باعث وہ ولیعہد تھا۔ اور شاہ جہاں اُسے اپنے پاس سے جُدا نہ کرتا تھا مگر اس کے اَور بھائی بھی سلطنت کے اعلےٰ صوبوں پر حکمران اور صاحب فوج وسپاہ تھے۔

سلاطین چغتائیہ میں جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ آئین تھا کہ جب تک شاہزادے بذات خاص کسی جنگی مہم پر مامور ہو کے نام نہ حاصل کریں اُن کا منصب مقرر نہ ہوتا تھا صرف اُن کے اخراجات کے واسطے شاہی خزانے سے یومیہ ملا کرتا تھا۔ مگر خلاف آئین سلطنت شاہ جہاں نے بلا انجام کسی جنگی خدمت کے داراشکوہ کا منصب بھی مقرر کر دیا تھا پس وہ بوجہ اعزاز ولیعہدی اور شاہجہاں کے لاڈ پیار کے جملہ انتظامات ملکی کی باگ اپنے ہاتھ میں لینا اور سلطنت کے آئین وقانون کی پابندی سے اپنے آپ کو مطلق العنان رکھنا چاہتا تھا۔

اِدھر سعداللہ خاں امورات سلطنت اور محاسبات اور آئین و قانون کے سخت پابند تھے اور کسی کارروائی کو جو خلاف آئین ہو پسند نہ کرتے تھے اور بوجہ اپنے اعزاز اور اُس اقتدار کے جو شاہ جہاں پر اُنہیں حاصل تھا داراشکوہ کی مطلق العنانی کے لئے سدِ سکندری کا کام دیتے تھے۔ اِنہیں وجوہ سے داراشکوہ سعداللہ خاں

کو اپنی آئندہ کامیابی کے منصوبوں میں مانع تصور کر کے ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح اُنہیں کچھ نقصان پہنچائے چونکہ سعد اللہ خاں کا یہ طرز عمل محض نیک نیتی اور شاہ جہاں کی وفاداری اور خیر خواہی پر مبنی تھا اسی وجہ سے داراشکوہ باوجود قرب ولیعہدی اور شاہ جہاں کے لاڈ پیار کے اُنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکا[۱]۔

---

[۱] مشہور و معروف فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر نے جو سعد اللہ خاں کی وفات کے دو ڈیڑھ برس بعد وارد ہند ہوا تھا غالباً عام افواہوں کی بنیاد پر اپنے سفرنامہ میں یوں لکھا ہے "داراشکوہ سے شاہجہان کے ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے خود سر اور مختار بن جانے کے لیے اُن دنوں میں علانیہ کوششیں کی تھیں بلکہ اُس کو ایسی جرأت ہو گئی تھی جس کے باعث شاہ جہاں کو اُس سے سخت نفرت تھی اور اُس سے خوف کھانے لگا تھا اور اُس کی اِس خطا کے معاف کرنے پر مائل نہ تھا یعنے سعد اللہ خاں کو جسے شاہ جہاں تمام ممالک ایشیا میں ایک بڑا ہی لائق وزیر سمجھتا تھا اور جس سے اسقدر محبت رکھتا تھا کہ تمام دربار میں اُس کی محبت ضرب المثل تھی مروا ڈالا" برنیر کے اس قول کی کہ داراشکوہ نے سعد اللہ خاں کو مروا ڈالا فارسی مورخین میں سے کسی کی تحریر سے تصدیق نہیں ہوتی بلکہ جملہ مورخ بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ خانصاحب کا انتقال درد قولنج یا فالج سے ہوا الفنسٹن گورنر بمبئی نے بھی برنیر کے اِس قول کی طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے حالانکہ اُس نے اپنی کتاب میں جا بجا سفرنامہ برنیر کے حوالے دئے ہیں۔

شاہ جہاں اور سعد اللہ خاں اور دارا شکوہ کی ان باہمی حالتوں کا موازنہ ذیل کے واقع سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ دربار شاہجہانی میں بڑے بھاری مل دیوان سرکار دارا شکوہ نے ایک فرد زیادتی سرکار محدود بہ ذمہ سرکار شاہی تعدادی دس لاکھ روپیہ پیش کر کے دعوے دلا پانے روپے کا کیا۔ بادشاہ نے حسب ضابطہ فرد مذکور کو بغرض دریافت حال سعد اللہ خاں کے سپرد کیا۔ انھوں نے اسے ملاحظہ کر کے اسی وقت عرض کیا کہ قانون کے مطابق اِس مد کا روپیہ نقد خزانہ شاہی سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ بعد میں دیگر مطالبوں کے ساتھ محسوب کیا جائے گا۔ دارا شکوہ کو سعد اللہ خاں کے اِس اعتراض سے بہت غصہ آیا اور دربار سے برخاست ہونے پر سعد اللہ خاں کی نسبت بہت کچھ سخت و سست کہا۔ جب شاہ جہاں کو داروغہ غسلخانہ کے پرچے سے یہ حال معلوم ہوا تو اسی وقت دارا شکوہ کو ایک رقعہ لکھا اور دلجوئی کے طور پر چیند تھان یک رنگ ذرووزی محمودی کے اور تین ہزار دینار نقد سعد اللہ خاں کو مرحمت فرمائے وہ رقعہ یہ ہے۔

باصاف دل مجادلہ با خویش دشمنی ست ہر کس کشد بہ آئنہ خنجر بہ خود کشد

دریافت صدق و بطلان خاصّہ ابنائے ملوک است۔ بھاری مل کفایت خانۂ شما و سعد اللہ خاں صیانتِ مالِ ما مے خواہد۔ ہرگاہ ایں فرد از دفتر شما درست شدہ بود بایستے تحقیق نمود کہ تنخواہ آں از سعد اللہ خاں ممکن الحصول ست یا نہ۔ ملول ساختن بندہ ہائے بادشاہی خصوص سعد اللہ خاں

را لبسیار بداست۔ و بہ دست آوردنِ دل ایں مردم خوب لگا

اب ہم سعد اللہ خاں کی اُس مصلحت کو بیان کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دارا شکوہ کے انتظامِ سلطنت میں زیادہ دخیل ہونے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اِس عالی دماغ اور بے نظیر مدبّر نے اپنی دور بین نگاہ سے تاڑ لیا تھا کہ امورات سلطنت میں دارا شکوہ کی مداخلت وہ کام کریگی جو چھوٹی سی چنگاری میگزین میں کرتی ہے کیونکہ اَور شاہزادے جو دور دراز صوبوں میں بیٹھے ہوئے اُس وقت اپنی اپنی کامیابی کے خیالی منصوبے باندھ رہے ہیں اس امر کو گوارا نہ کرینگے اور مادہ جنگ ہو کر آپس کے کشت وخون اور شاہجہان کی سلطنت کی تباہی اور لاکھوں بنی نوع انسان کی بربادی کا باعث ہونگے۔

سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد سے دارا شکوہ کا اقتدار بڑھتا گیا۔ اور چند ہی روز میں سلطنت ہند کی انتظامی باگ اُس کے ہاتھ میں آگئی اَور شہزادوں نے اِس امر کو اپنی آئندہ کامیابیوں کے خلاف تصور کرکے درپردہ جنگی تیاریاں شروع کردیں اور موقع کا انتظار کرنے لگے بدقسمتی سے اُسی زمانے میں شاہجہاں ایسا بیمار ہوا کہ زیست کی امید نہ رہی دارا شکوہ نے اس حالت کو مخفی رکھنا چاہا راستے بند کردئے مسافروں کو چلنے سے روکا مگر کیا ہو سکتا تھا اِس چھپانے کا اُلٹا نتیجہ ہوا کہ شجاع و اورنگ زیب و مراد نے باپ کو مُردہ یا قریب المرگ سمجھ کے فوجی کارروائیاں شروع کردیں۔ اِس جگہ اِن کمبخت باہمی لڑائیوں اور شرمناک و ناگوار کشت وخون کا ذکر اپنے سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور اُن کے بیان کی کچھ ضرورت

بھی نہیں۔ لہذا مختصر طور سے اُن کے عبرت ناک نتیجے کو لکھے دیتے ہیں۔

اگرچہ شاہ جہاں نے جسے اِس عرصے میں بہت کچھ صحت ہو چکی تھی اور اُس کی لائق بیٹی جہاں آرا بیگم نے حتے المقدور کوشش کی کہ اِس باہمی جنگ کی آگ بجھ جائے اور اِس آپس کے نفاق کا مُنہ کالا ہو مگر اُس نے تو ہمیشہ سے مسلمانوں کا پیچھا چھوڑا ہی نہیں مسلمانوں کو باہمی چپل جھوٹ سے اور باہمی نفاق کو مسلمانوں سے ازلی اور ابدی عشق ہے پھر بھلا بُڈھے شاہ جہاں اور غریب جہاں آرا کے بجھائے یہ آگ کب بجھ سکتی تھی۔ اُس نے آنًا فانًا ہری بھری سلطنت کی کھیتی کو جلا بھنا کے خاک سیاہ کر دیا اور سعد اللہ خاں کی وفات سے دو ہی برس کے اندر اندر شاہ جہاں سے ہر دل عزیز اور قابل قدر بادشاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور بڑا خاتمہ ہوا اِنا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت شاہ جہاں ۱۷ رمضان ۱۰۶۸ھ کو آگرے کے قلعے میں قید ہوئے اور اُس جگہ کو دیکھ کے اب تک ہم روتے ہیں۔ دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو اور مراد ۱۰۷۲ھ میں باہمی نفاق کی قربانی ہو گئے۔ اور شجاع ۶ رمضان ۱۰۷۰ھ کو جہانگیر نگر کی شکست کے بعد ایسے روپوش ہوئے کہ پھر پتا نہ چلا۔

بہ یک گردش چرخ نیلوفری ٭ نہ نادر بجا ماند نے نادری

افسوس صد افسوس جس قوم کو بڑے شد و مد سے کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام" کی تعلیم دی گئی تھی اُس نے ہمیشہ چند روزہ کی اوج موج اور دو دن کی زندگی کے

لئے وہ وہ کرتب کئے ہیں جنھیں اپنے پاؤں میں آپ کلھاڑی مارنا کہتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ بہت سے کشت و خون اور تباہی کے بعد پھر ہندوستان کی سلطنت اورنگ زیب کے ہاتھ میں آئی جو حضرت عالمگیر کے لقب سے تخت نشین ہوئے۔ شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ مگر ہماری راے میں تو شاہجہاں کی آنکھ ... کے سامنے جمنا میں ڈوب گئی۔

اشک آئے نکل چشم حباب لب جو سے
رونے کی صدا آتی تھی ماہی کے گلو سے

سعداللہ خاں کی علمیت اور حکیمانہ اقوال اور طبیعت کی موزونی

سعداللہ خاں کے علم و فضل کی نسبت صرف اس قدر بیان کر دینا غالباً کافی ہوگا کہ سلمانانِ ہند کی چھ سات سو برس کی سلطنت میں یہ تیسرا اور آخری خوش قسمت شخص ہے کہ جس کو علم و فضل کے عالیشان دربار سے علامی کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ابوالفضل اکبر کا مشہور وزیر اور ملا شکر اللہ افضل خاں (چینی کے روضہ آگرہ والے) شاہ جہاں کے پہلے وزیر اس معزز خطاب سے موصوف ہو چکے تھے۔

جن لوگوں نے ہندوستان کے ان تینوں صاحبانِ علم و فضل کے حالات کتابوں میں بغور دیکھے ہیں۔ اُن پر پوشیدہ نہیں کہ جو دستاً

کسب علوم کے ابوالفضل اور ملا شکر اللہ کو حاصل تھے وہ سعد اللہ خاں کو ہرگز میسر نہیں ہو سکتے تھے۔ ابوالفضل کے فاضل باپ اور استاد شیخ مبارک کے علم و کمال کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں جو شخص ابوالفضل کے علم و فضل سے واقف ہے وہ شیخ مبارک کا علم و فضل پہلے جانتا ہوگا پس کچھ تعجب کی بات نہیں کہ شیخ مبارک کے بیٹے اور شاگرد نے اپنے آپ کو اس معزز خطاب کا مستحق ثابت کیا اسی طرح ملا شکر اللہ خاص شیراز کے باشندے اور مدت مدید تک دارالعلوم شیراز میں باقاعدہ درس و تدریس کرتے رہے اور وہاں سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد وارد ہند ہوئے تھے۔ بخلاف اس کے سعد اللہ خاں نے محض اپنی قوتِ بازو اور ذاتی محنت و کوشش سے علم و فضل حاصل کیا اور اپنے آپ کو اس عالیشان خطاب کا مستحق ثابت کر کے قوم سے یہ معزز خطاب حاصل کیا۔

تصنیفات

عام طور سے علامی موصوف کی تصنیف و تالیف کا پتہ نہیں چلتا۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے لکھا ہے کہ "انہوں نے سوائے نام کے کوئی تصنیف کا نام نہیں چھوڑا صرف شاہجہاں نامہ میں ایک مراسلہ ان کا لکھا ہوا موجود ہے" مجھے اڈیٹر صاحب اخبار وکیل امرتسر کی عنایت سے ان کی حسب ذیل تصانیف کا پتہ ملا

ہے جو امرتسر کے کسی کتب خانے میں موجود ہیں۔

(۱) سعداللہ خانی جس میں فتاوئے عالمگیری کے طریق پر مختلف امور ومسائل متنازعہ فیہ پر محاکمہ کیا ہے۔

(۲) رسالہ تخت طاؤس۔ شاہ جہاں کے مشہور تخت کی ساخت وغیرہ کے مفصل حالات ہیں۔

(۳) تفسیر الحمد شریف۔ جس میں بقول قاضی صمداللہ صاحب مرحوم تصوف اور فلسفہ کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

(۴) مجموعہ اشعار۔ بالکل شیخ سعدی کے رنگ میں اخلاقی مضامین کا خزانہ سلیس اور شیریں زبان فارسی میں ہے۔

ان کے علاوہ سعداللہ خاں نے ایک یادشاہ نامہ شاہ جہانی بھی لکھا تھا جس کا تذکرہ اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔

مقولات سعداللہ خاں

ایک دن سعداللہ خاں دربار میں وقت مقررہ سے کچھ دیر میں آئے شاہ جہاں نے دیر کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا کہ ایک بیاض میں چند فقرے نصیحت آمیز نظر سے گذرے حضور میں عرض کرنے کے لئے نقل کرنا تھا اس لئے دیر ہوگئی۔ شاہ جہاں ان نصیحت آمیز فقرات کو جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں سُنکر بہت محظوظ ہوئے اور سعداللہ خاں کی پیشانی پر بوسہ دے کے چند تھان محمودی زردوزی یک رنگ کے مرحمت فرمائے۔ وہ فقرات یہ ہیں " قیامِ بنیانِ سلطنت

از عدالت۔ افزائشِ ملک ومال از شجاعت وسخاوت۔ صحبت داشتن با علما وفضلا۔ محترز بودن از قربِ جہلا نشانِ عقل است۔ عامل بودن بر عقائد ومستقل ماندن در عینِ شدائد۔ مقصر نبودن در امورِ دنیوی از تدبیر۔ راضی وشاکر ماندن بر تقدیر۔ دیر پائی خاندان از ترحم نمودن بر یتیماں۔ ومحتاج نہ شدن خود از کارروائے محتاجاں۔ انصرامِ امور ملکی بہ صلاح وصواب دیدِ وزراء۔ مظفر ومنصور بودن باستمدادِ ہمتِ فقرا۔ تندرست ماندن از نیت ازالۂ دردمنداں۔ امید رحمتِ داشتن از جنابِ حق بہ عفوِ جرائم مجرمان۔

شاہنشاہِ عالمگیر نے ایک نصیحت آمیز رقعے میں یوں لکھا ہے کہ "عجب عجب از مقولاتِ سعد اللہ خان است کہ الف بصورت قلم (ا) و نون بہ شکلِ دوات (ن) دیوان کہ بہ صفاتِ ملکی آراستہ نباشد دیوے ست قلم ودوات پیش نہادہ یا حیوانے یا تصویرے از نقشِ عقل و ہوش سادہ۔"

ایک دن شاہجہاں نے سعد اللہ خاں سے دریافت کیا کہ "اسبابِ خوشنودی خالق وخیریتِ عاقبت چیست" انہوں نے جواب دیا "عدالت وسخاوت"

ایک دن ایک شخص نے کنایۃً سعد اللہ خاں سے کہا کہ زمانے میں متدین اور وفادار آدمی بہت کم ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ زمانہ نیک آدمیوں سے کبھی خالی نہیں رہتا عقلمند کو چاہئے کہ تلاش کرے

اور اس کے ساتھ مشغول ہو کر اپنا کام درست کرے اور اس کی نسبت اہلِ غرض کی شکایت نہ سُنے۔

شاہجہاں ایک مرتبہ دہلی میں نہر بہشت کی سیر کے واسطے جو اسی زمانے میں تیار ہوئی تھی تشریف لے گئے سعد اللہ خاں اور مُلّا علاؤ الملک تونی (فاضل خاں) ہمراہ تھے اثنائے گفتگو میں سعد اللہ خاں نہر کو نَہَر (بفتح وسط) بولے۔ مُلّا علاؤ الملک نے کہا کہ نَہَر غلط ہے نَہْر (بہ سکون وسط) بولئے۔ سعد اللہ خاں نے فوراً اپنے کلام کی تائید میں آیۂ کریمہ[1] اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ کو پیش کیا۔ مُلّا صاحب جو ہٹ دھرمی پر آ گئے تو فرمانے لگے کہ خان صاحب شہادت شعرِ عرب کی مستند ہے۔ سعد اللہ خاں نے اسی وقت ایک اور جڑی کہ مُلّا صاحب کیا کلامِ الٰہی کی شہادت کو آپ سند نہیں جانتے اس کی فصاحت شعرِ عرب سے بھی گئی گذری ہو گئی۔ شاہ جہاں سے بھی نہ رہا گیا فرمایا کہ کلام مجید کی فصاحت کا شعرائے عرب نے بھی لوہا مانا ہے یہ سُنکر مُلّا علاؤ الملک بہت شرمندہ ہوئے اور پھر کچھ کہتے نہ بنی۔

موزونی طبیعت

خُرم بیگم والدۂ شاہ سلیمان کے مصاحبوں میں نہانی نام ایک خاتون

---

[1] دوسرے پارے سیقول کے اخیر رکوع میں ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ اس نہر سے تمہیں جانچنے والا ہے۔"

بڑی صاحب جمال اور اعلے درجے کی تعلیم یافتہ تھی۔ اُس کی لیاقت
وقابلیت اور حسن وجمال کا شہرہ سنکر امراے ذی شان اور عقلاے
جہاں نے اُس سے شادی کے پیغام دئے تھے۔ اُس خاتونِ فرزانۂ
روزگار نے اُن کی روزافزوں درخواستوں سے تنگ آکر اپنی ایک
رباعی شہر کے ہر گلی کوچے و بازار میں آویزاں کرادی اور اُس پر یہ لکھ
دیا تھا کہ جو کوئی اِس رباعی کا جواب کہہ دیگا میں اُسی سے شادی کرونگی۔

وہو ہذا

از مرو برہنہ روے زرے طلبم | در خانۂ عنکبوت پرے طلبم
من از دہنِ مار شکرے طلبم | وز لشۂ مادہ شیرِ نرے طلبم

شعراے زماں اور عقلاے دوراں اِس رباعی کے جواب سے
عاجز رہے۔ اگرچہ سعد اللہ خاں کے عہدِ وزارت سے پہلے نہانی کا انتقال
ہوچکا تھا پر یہ رباعی اُس کی اُسی شد و مد سے مشہور چلی آتی تھی۔ جب
سعد اللہ خاں کے فضل وکمال کا ڈنکا بجا تو لوگوں نے امتحاناً اُسے
اُن کے سامنے بھی پیش کیا اُنھوں نے برجستہ یوں فرمایا۔

علم است برہنہ روکہ تحصیلِ زراست | تن خانۂ عنکبوت دل بال و پراست
زہراست جفاے علم و معنے شکراست | ہر لشۂ ازاں چشیدہ او شیرِ نراست

انشا پردازی

بادشاہ نامہ مُلا عبد الحمید لاہوری میں دو تین خط فارسی سعد اللہ خاں

کے ہیں ان میں سے ایک کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو اس بے بدل فاضل کا پایہ فن انشاپردازی میں بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ بادشاہ نامہ اور عمل صالح اور سیر المتاخرین اور منتخب اللباب وغیرہ تاریخوں سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ سعد اللہ خاں نے شاہ جہاں کی طرف سے سلطان روم کے نام کئی خطِ عربی میں بھی لکھے تھے افسوس کہ باوجود تلاش کے وہ عربی خطوط ہمیں نہ ملے۔

خطِ مذکورۂ بالا کے دیکھنے سے پہلے ناظرین کو یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ یہ نامہ کب اور کیوں لکھا گیا۔ اس کے لئے صاحب بادشاہ نامہ تحریر فرماتے ہیں کہ نویں سال جلوس شاہ جہانی یعنے ۱۰۵۲ھ میں شاہ صفی بادشاہ ایران کے مرنے اور اس کے بیٹے شاہ عباس کے تخت نشین ہونے کی خبر دربار میں پہنچی۔ پس ۱۰ صفر سنہ مذکور کو جان نثار خاں کو خلعت اور جمدھر مرصع عطا ہوا اور منصب میں پانصدی ذات دو ہزار پانصد سوار کا اضافہ کیا گیا اور دو گھوڑے مرحمت ہوئے جن میں ایک عربی طلائی یراق کے ساتھ اور دوسرا خانہ زلو سرکار والا زین مطلا کے ساتھ اور ایک ہاتھی ملا۔ اور حکم ہوا کہ سعد اللہ خاں شاہ صفی کی تعزیت اور شاہ عباس کی تخت نشینی کی تہنیت میں ما بدولت کی طرف سے تمھیں خط لکھ دیں گے تم اسے لئے ہوئے ایران چلے جاؤ اور خزانۂ عامرۂ سرکاری سے دو سال کی تنخواہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی اسی وقت لے لو اور ایک لاکھ روپے کے

مرصع آلات اور ڈھائی لاکھ روپے کے کپڑے نفیس ہندوستانی ساخت کے اور دیگر اسباب و ساز سامان شاہ عباس کے لئے بطور ارمغاں ساتھ کردیا۔

وہ خط یہ ہے

"ہزاراں ستائش و گوناگون نیایش ذاتے را سزد کہ حد کبریائے بیلۂ او حد را بار۔ و تہ بہ آلاے جزئیلۂ او عدد را اکار۔ نہ احسان جسیمش را رادے۔ نہ افضالِ عمیمش را اصادرے۔ و فراواں منّت منعم بے عوض و معفضل بے غرض را رسد کہ امتیاز بخشید نوع انسان را از ہر چہ باُفقِ وجود رسیدہ و رہ بہ وتکوین و ایجاد۔ باضافۂ نعمتِ ادراک و استعداد۔ پس برگزیدہ جمعے را بہ تفاوتِ درجات بروفق استعدادات بہ کرامت فرمودنِ مرتبۂ رسالت و عنایت نمودنِ منزلتِ سفارت براے بیان سبیلِ رشاد و تبیانِ طریقِ سداد عطا فرمود۔ سلاطینِ عدالت آئین و خواقینِ صواب گزین را خلعتِ خلافت و کسوتِ نیابت بجہۃ اجرائے ماموراتِ ناموس اکبر نقل۔ و امضاے مقتضیات قسطاس اعدل عقل۔ و ضبط و ربطِ بلاد۔ و اصلاح حالِ عباد۔ و دفع فتنہ و فساد۔ و درود نامحدود۔ وسلام غیر معدود۔ از حضرتِ معبود۔ بر نقطۂ دائرۂ وجود۔ دائرۂ نقطۂ کرم وجود۔ صاحب حوضِ مورود۔ مالکِ مقام محمود۔ مخصوص و منفرد از گروہِ قدسی شکوہِ انبیا و رسل برسالۂ کافہ و دعوتِ عامّہ و تقوے بہ دلائل متکاثرہ۔ و معجزات متسترۂ وافرہ۔ و تحلّی بہ فضائل علیہ فائقہ از احصا۔ و علیہ

خارجیہ از استقصا۔ قافلہ سالار رہ نمایان۔ رہ نمائے قافلہ سالاران۔ مبشرِ منعوت۔ جامع جوامع نعوت۔ موخر مقدم۔ پس آئندہ پیش قدم۔ و برآلِ اطہار او کہ مرایائے حقائق معارف۔ و منبع ذوارفِ عوارف۔ و مخزن اسرار نبوت۔ و مظہرِ سرائر ولایت۔ اند۔ و بموجب خطاب مستطاب اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ساحتِ مجدِ ایشاں از وناءت مبرے۔ و از لوثِ دناست معرے است۔ و بر اصحاب ابرار او کہ آبروے دین۔ و سبب لمعانِ نور یقین۔ و حافظانِ شریعت غرا۔ و ناقلانِ طریقت بیضا۔ و رافعانِ قواعدِ اسلام۔ و ہادمانِ اساسِ کفر و ظلام اند۔ خصوصاً خلفاے راشدین مہدیین۔ کہ عناصرِ اربعۂ دینِ حنیف۔ و چار رکنِ ملتِ منیف۔ و فانیان بقاے مطلق را قادہ و قدوہ۔ و مستہلکانِ حق را سادہ و اسوہ اند۔ و ہر کدام بموجبِ نصوصِ محکمۂ قطعیۃ الدلالۃ۔ و احادیثِ صحیحۂ یقینیۃ الافادۃ معنعنۂ متصلہ بروایت عدلی از عدلی۔ و حکایتِ ثقۃ از ثقۃ۔ بسبب اختصاص بہ سجیۂ رضیہ۔ و شیمۂ مرضیہ۔ بمنزلتے منفرد۔ و منقبتے متوحد۔ و بہ قدرے کہ قدرِ آنرا خداوندانِ قدر دانند۔ ممتاز۔ و بہ فضلے کہ فضلِ آنرا خداوندانِ فضل شناسند ممتاز باد۔ بر آگاہ دل آن سگال حقیقت پیوند۔ و بہ خردِ حق شناسِ ہوشمند۔ مخفی نیست۔ کہ خالقِ اشباح۔ و بارئے ارواح۔ راجل شانہ و عظم برہانہ۔ در ایقاع ہر فعلے دقائق حکم است۔ کہ نظرِ دوربیں را بہ ادراک آں آشنائی نہ۔ و در ابداع ہر امرے لطائف

مصالح است۔ کہ گوہرِ شب چراغ خرد را در درکِ آں روشنائی نہ۔ پیدا است کہ علمِ حادث را بہ قدیم مجانستے و متناہی را بہ غیر متناہی مناسبتے نیست۔ پس پیش آید مکروہ بہ تسلیم و رضا اولے۔ و استقبالِ مرغوب بہ شکر و سپاس احرے۔ لہذا در واقع ہائلہ و حادثہ نازلہ رحلت خسرو جمجاہ جعل اللہ الجنۃ مثواہ۔ ازیں دارِ بے مدار پر خمار۔ بہ نزہت سرائے بقا و قرار۔ کہ بہ مقتضائے عدمِ استماعِ مواعظِ بلند و نصائح سود مند۔ مندرجہ در نامہ مرسل مصحوب صفدر خاں کہ در معنے آبِ حیات جاودانی بودہ از چشمہ سارِ راستی و راست گفتاری۔ و غذائے روحانی از شاخسارِ درستی و درست کرداری۔ و خاطرِ حق بین حقیقت گزین را در افاضۂ آں جز مراعات نسبت پدر فرزندی و محافظتِ قولِ نبیؐ ہادی۔ کہ نص مشحون بہ حکمت الدین النصیحۃ باشد غرض منظور نظر و انداز پرواز نہ۔ و اتباعِ اقاویلِ نادانان و ناہمائے ہنگامہ جو۔ و سفیہانِ جہل انتمائے بے حرفہ گو۔ کہ ہمت پستِ ایں ہمنشینانِ بد سرشت گرمیٔ بازار خویشتن است۔ نہ اندیشۂ مآل کار و عاقبتِ خویش۔ بہ افراط در ارتکاب آنچہ اجتناب ازاں نتیجِ آگہی و ہوشیاری در دنیا۔ و مثمرِ فلاح و نجاح در عقبے است۔ و تحرز ازاں ہمہ کس را نہ سیما لاسیما از طبقۂ فرماں روایانِ معدلت اقتضا۔ و صدر نشینانِ ارایک اعتلا۔ کہ غایۂ وجودِ ایں برگزیدہ ہائے پروردگار۔ و بزرگ کردہ ہائے آفریدگار۔ انتظام سلسلۂ کائنات و محافظت و نگاہبانیٔ مخلوقات است۔ نہ بالذات فانی پیوستن۔

ودر مستلذاتِ جسمانی فرو رفتن۔ و محتاج بہ نگاہبان گشتن۔ وقوع یافتہ۔
بر مقدمۂ مقررہ و جوب تلقئے تقدیراتِ مقدرِ بے مثال۔ و عاداتِ حاکمِ
بے زوال۔ از تعقیب ہر نوشے بہ نیشے۔ و ہر بہارے بہ خزانے۔ و
ہر قبولے بہ دبورے۔ بہ صبر مستتبع اجر و رضاے مستوجب حسن جزا حوالہ
مے رود۔ و بنا بر مؤدتِ قدیمہ و خلت مستمرہ کہ در عالم اشباح ظلِ معرفت
ازلیۂ عالمِ ارواح است۔ و مبانِ تواقینِ خلافت تزئینِ ایں والا
خاندان و سلاطینِ نصفت آئینِ آں عالی دودمانِ نسلاً بعد نسلٍ
بہ توارث حب متحقق۔ بمبارکبادِ جلوس میمنت مانوسِ آں فرزندِ ادہ بر تو سعا
کامگار نامدارِ بلند مقدار بہینِ گوہر درج دولت و عظمت۔ مہین اخترِ برج
شوکت و سلطنت۔ نقاوۂ اصلاب طیبین۔ سلالۂ اسلافِ طاہرین پرداختہ
مے شود۔ مہیمنِ متعال و قادرِ ذو الجلال ایں جلوسِ میموں را بر آں صفوۂ
دودمان صفوی۔ علالۂ خاندان مرتضوی۔ مبارک و فرخندہ گرداند۔
و از شناختِ مقدار واداے حقوقِ فریق سپاس گذار۔ و ترحم و عفو
زلات بہ ارشاد بیانِ عظیم الشان اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ
اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ
و ترکِ تعصبات و اغماضِ عین از مآثم بر حسب اقتضاے حکمت و اعراض و
صفح از جرائم بر طبق تقاضاے مصلحت مجملاً ایتمار بہ مامورات بہ ہدایت
او امر الٰہی۔ و ازجار از منہیات بہ دلالت کلماتِ نواہی۔ حظے وافی و نصیبے
کافی کرامت فرماید۔ و از تقدیمِ مراسم شبابی۔ و اقدام بر لوازم پاسبانی۔

کہ مقصود از سلطنت و فرماں فرمائی۔ و معنے ابہت و کشور کشائی۔ است۔
بہرۂ کامل عنایت کند۔ و چوں بموجب کلامِ بانظامِ صحیح اللفظ حسن المعانی
منطوق سردفتر اہلِ بیان۔ اشرف بنی عدنان۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ
کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔ روزِ بازداشتِ سوال بقدرِ مکنت شود
و پرسش بہ اندازۂ قدرت رود۔ رستگاری از سخطِ باری در اہلِ بتوفیقِ حق
آں مربوط باید دانست۔ و رسیدن بہ برخورداری بہ اقتضاے مصدوقۂ وَاَمَّا
مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ بتادیۂ آں منوط باید شناخت۔
پوشیدہ نماند کہ چوں از کمالِ وداد و اتحادِ آں ملک و منسوبانِ آں دولت
ما از خود مے دانیم و یقین کہ تحقیق ایں معنے از آں جانب بہ طریقِ اولے
خواہد بود۔ بنابر آں نگارش مے یابد۔ کہ معلوم ہر قاصی و دانی است۔ کہ
التجاے یارِ وفادار علی مردان خاں امیر الامرا بدیں درگاہِ آسمان جاہ
اضطراری بودہ نہ اختیاری۔ چہ از و در برابر جمیع احکامِ صادرہ از آں سدۂ
سنیہ از فرستادنِ پسر و غیر آں جز سمع و طاعت و انقیاد و اطاعت امرے
سر نزد۔ جاے آں بود کہ بدیدبانی شناسائی و رہنمائی رسائی آفریں
رفتے۔ و تحسین جلوہ دادے۔ چوں برخلاف آں از یافہ درائی و ہرزہ سرائی
و گوناگون تزویرات و نگارنگ تسویلات۔ نو دولتانِ حسد سرشت غرض
پرست۔ کہ رواج خود در کساد عزت یافتہا و برکشیدہاے قدیم شناسند۔ خاصہ
چنیں کسے کہ جد امجد آں قرۃ العین کہ نقاوۂ سلسلۂ صفویہ۔ و زبدۂ و خلاصۂ
ایں طبقۂ علیہ بودند۔ او را بہ ایماے ثانی مے نوشتہ باشند۔ بجاے تحسین

تهجین و در مکانِ حسن جز اسگالش یا سا۔ قرار گرفت۔ او اضطرار آگ باعتصام عروۃ وثقاے ایں ملکِ صواب کہ ایں سلطنت را از اں دولت ہیچ گونہ جدائی نیست پناہ بہ ایں بارگاہ کہ مامنِ عالمیاں و ملجاء جہانیاں است آوردہ۔ وایں امور اسباب ظہور عنایات نمایاں و مراحم بے پایاں دربارہ مشار الیہ گشت۔ اگرچہ چار پسرِ خانِ مومی الیہ از خدمت گزارانِ ایں والا درگاہ اند۔ اَمّا چوں خواہشِ خاطرِ قدسی سرایر۔ ایں است۔ کہ حقیقتِ یگانگی و محبت فیما بین علومِ جہانیاں گردد۔ و کالشمس فی رابعۃ النہار وضوح یابد۔ متوقع آن ست کہ ایں سعے بہ رخصت فرزندی کہ دراں آستان دارد بروے روز افتد۔ و اہلیت و یگانگی را روز بازار دیگر گردد۔ و مبانئے یک جہتی و یک رنگی را استحکام۔ و قوائم یکتائی و یکتا دلی را انتظام پدید آید۔ و جہات و نسبِ سابقہ را تاکیدے و تشئیدے۔ و موالات و مودت لاحقہ را تاسیسے و تمہیدے شود۔ از انجا کہ خاطر قدسی مظاہر بسبب تحقق ابوتِ علیا۔ نسبت باں فرزند زادۂ عالی و سادہ تعلق تمامی بہ اطلاع بر حالِ خیر مآل دارد۔ شجاعت نشان جاں نثار خاں را کہ از خانہ زادانِ معتمد فدوی است۔ و پیوستہ بہ رجوع خدماتِ اعتماد طلب سر بلند۔ و اکثر اوقات شرف اندوزِ حضورِ سراسر نور رخصت آں صواب باصواب فرمودہ شد۔ کہ ایں نامہ کہ سر نامۂ حکمت و موعظت و ہدایت و نصیحت۔ و متضمنِ مقدماتِ محبت بار و کلماتِ صداقت آثار است برساند۔ مترقب این است کہ او بعد از گذارش آنچہ بہ اداے آں مامور گشتہ مقضی المرام بہ سرعت تشریف

رخصت انصراف بیابد۔ کہ ضمیرِ مہر آئین محبت آگین را شوقِ تامی و اشتیاقِ تامی بہ سوئے آنست۔ کہ بہ زودی ہر چہ زیادہ تر و سرعت ہر چہ تمامتر کیفیت احوالِ خجستہ مآل و اوضاع و اطوارِ آں برخوردارِ نامدار انکشاف یابد۔ ہر گونہ امرے کہ باعثِ زیادتئ استقرارِ آں کامگارِ بخت یار بر سریرِ سلطنتِ آں دیار باشد بے حجابانہ بداں اشارت رود۔ و ہر نوعِ معاونت لازم نشاۂ دوستی کہ بہ خاطرِ گرامی رسد بے تکلفانہ اظہارِ آں جلوۂ استحسان دہد۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ در انجام آن مساعی مشکورہ چناں پرتوِ ظہور خواہد بخشید۔ کہ معنئ دوستی و حقیقتِ درستئ دوستی بر جانبان واضح گردد۔ و بیں مسلکِ انہاے وقائعِ یومی و منہجِ ارسالِ رسل و رسائل بر سبیلِ تتابع و توالی مسلوک باشد۔ ازہارِ حدائقِ آمال و آمانی بہ نسایم یزدانی شگفتہ و خنداں باد

تمت بالخیر

کی بہتری کے لئے نہیں کیا آثار خیر میں مستند تاریخوں کی مدد سے دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کو امور رفاہ عام (پبلک ورکس) میں کس قدر اہتمام تھا اور رعایا کی آسائش کے لئے کتنے مدرسے۔ شفاخانے خیرات خانے۔ پل۔ تالاب۔ باؤلیاں۔ سرائیں۔ سڑک۔ یتیم خانے اور مسافر خانے وغیرہ ملک کے ہر حصے میں کھلے ہوئے تھے۔ مؤلف کی خاص نظر ثانی و اضافہ مضامین کی خصوصیت کے ساتھ یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ ار

منہاج القواعد

پنجاب میں اردو زبان جس شد و مد سے رواج پا رہی ہے ظاہر ہے۔ کثرت سے اخبار و رسائل اردو میں شائع ہو رہے ہیں۔ بہت سی کتابیں اُردو میں تصنیف ہو چکی اور ہوتی جاتی ہیں مدارس میں اردو کی بہت سی کتابیں داخل درس ہیں لیکن افسوس کہ اس کے قواعد صرف و نحو کی کوئی کتاب موجود نہ تھی اس لئے اہل پنجاب صحیح اُردو بولنے لکھنے سے قاصر تھے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے مولوی فتح محمد خاں صاحب جالندھری نے منہاج القواعد لکھی۔ اس کی نسبت بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ قواعد میں یہ سب سے بہتر اور مفید کتاب ہے کامل وثوق سے کہا جاتا ہے کہ اہل پنجاب جب تک اس کتاب کو نہ پڑھینگے کبھی صحیح اُردو نہ بول سکینگے۔ تمام شائقین اردو اور طلاب کو اس کا پڑھنا نہایت ضرور ہے۔ قیمت ۱۲ ار

تفسیر السموات

بد قسمتی سے جہالت نے اسلام میں جہاں اور توہمات پیدا کئے تھے وہاں ایک یہ خیال بھی عام ہو گیا تھا کہ آسمان سونے چاندی کے بنے ہوئے ہیں اور اس کے متعلق عجیب و غریب قصے تراشے گئے تھے۔ سرسید نے اس میں ان آیتوں کی نہایت شرح و بسط کے ساتھ تفسیر کی ہے جن میں لفظ سما یا سموات آیا ہے۔ قیمت ۸ ر

آثار اکبری

یہ کتاب دارالحکومت فتحپور سیکری اور اُسکے مضافات کی قدیم اور مہتم بالشان اکبر شاہی عمارتوں کی ایک نہایت مفصل تاریخ ہے جس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے کس شان و شکوہ کی عمارتیں تعمیر کی تھیں۔ اُن کا خاص فن تعمیر کس قدر عجیب و غریب اور حیرتناک تھا۔ جرثقیل کے علم میں وہ کس قدر ماہر تھے رفاہ عام کے مخصوص تعمیرات میں اُن کی کیسی کیسی شاندار یادگاریں تھیں۔ اور اُنہوں نے واٹر ورکس اور از خود آٹا پیسنے والی کلیں کیسی اہم ایجاد کی تھیں عمارتوں کے ساتھ بانیاں عمارت کے حالات بھی لکھے ہیں۔ کتاب بے اور شاندار عمارتوں کے نقشے بھی دیدیے ہیں۔ ناظرین اس کے مطالعہ سے اس بیسویں صدی میں اکبر و جہانگیر کے عہد کا تمدن بچشم خود دیکھ سکتے ہیں قدیم عظمت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ عبرت خیز کتاب ہے۔ عہ

حیات خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی کو اہل ایران خسرو شعرا مانتے ہیں وہ فارسی لٹریچر کے مجتہد اور ایک خاص طرز کے موجد تھے کاتبی قزوینی وغیرہ ناموران عجم کو اُن کے اتباع پر ناز ہے۔ ہندی اور سنسکرت میں بھی وہ یگانۂ روزگار تھے اور ہماری زبان (اردو) کی بنیاد اُنہیں سے پڑی ہے۔ اس کتاب (حیات خسرو) میں اُنکے واقعات زندگی پر ہر پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اُن کے کلام کے ہر صنف کا مکمل نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ نہایت دلچسپ اور دلکش سوانح عمری ہے۔ قیمت ۱۲/ر

ہندو رانیاں قیمت ۸/ر مسلمانوں کی تہذیب۔ ۸/ر مسلمانوں کی ترقی اور اُن کے تنزل کے اسباب۔ ۸/ر اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر۔ قیمت ۸/ر اشاعت اسلام ۸/ر علوم الاسلام۔ عہ

المشتہر منیجر بکڈپو وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر